

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَا يَسْبِقُهُ نَبِيٌّ



فتح باب نبوت بے تردد و
ختم دور رسالت پر انکھول اسلام



فدايان ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ الحق قلب الہوی



اپریل

2012

جمادی الاولیٰ

۱۴۳۳ھ

شاہدیت علامہ حافظ خادم حسین رضوی



اَنَا الْعَاقِبُ فِي الْحَقِّ الَّذِي لَيْسَ عِندَهُ نَبِيٌّ

فدایان خدمت نوبت پاکستان کا ترجمان

جلد 5

شماره 4

العرس

لاہور

شیخ الحدیث والتفسیر تاج الاسلامیہ

حضرت مولانا حافظ رضوی
علامہ خادم حسین

شیخ محمد اظہار رضوی
حافظ محمد سعید
محمد سجاد الرحمن

قیمت 30 روپے
425 روپے

mahnamaalaqib@yahoo.com
mahnamaalaqib@gmail.com
alaqibcomposer@yahoo.com



0321-4370406
0315-4211436

2010

جلد 3
کل شمارے 12
کل صفحات 768

اپریل 64 صفحات	مئی 64 صفحات	جولائی 64 صفحات	اگست 64 صفحات

اپریل 64 صفحات	مئی 64 صفحات	جولائی 64 صفحات	اگست 64 صفحات

اپریل 64 صفحات	مئی 64 صفحات	جولائی 64 صفحات	اگست 64 صفحات



وہی ہے قادر مطلق اعلیٰ، وہی ہے حاکم اعلیٰ
وہی ہے عالمیں کا رب، وہی ہے سب کا کھوالا
اُسی کی شان کے شایاں ہے ہر اک قبضہ قدرت
اُسی کی شان وحدت کی گواہی کے لئے آئے
اسی کو سروری زیبا اس کی جا بجا شاہی
وہ شان بے نیازی میں اکیلا اور یکتا ہے
نہیں محتاج وہ ہر گز کسی زور بازو کا
وہی ہے مستقل بالذات ہر اک چیز پر قادر
وہی ہے قبلہ حاجات سب کا ہر کہیں یارو
وہی ہے مالک و مختار اپنا دونوں عالم میں
وہی ہستے رلائے دیکھتے ہی دیکھتے پل میں
وہی مٹی بنائے آہن واحد میں جواہر کو
وہی ہے خانماں برباد کرتا اہل خانہ کو
وہی بیٹھے بٹھائے شاد سے ناشاد کرتا ہے
وہی محتاج کرتا ہے جسے چاہے زمانے میں
وہی باغات کو کھنڈرات میں تبدیل کرتا ہے

وہی ہے جلن شانہ، وہی ہے عظمتوں والا
وہی ہے زندگی دیتا، وہی ہے مارنے والا
اُسی کی شان کے شایاں ہے ہر اک کام کی قدرت
تمام انبیاء اس نے ہیں یوں مبعوث فرمائے
شراکت اس کے کاموں میں کسی کو کب ہے اس آئی
وہی وحدہ برحق وہی ذات بے ہمتا ہے
اُٹھاپائے گا کوئی بوجھ کیا اس کے ترازو کا
وہی اول وہی آخر وہی ہے حاضر و ناظر
وہی اک واحد و یکتا ہے رب العالمیں یارو
وہی ہے مونس و غم خوار اپنا دونوں عالم میں
وہی روتے ہنسائے دیکھتے ہی دیکھتے پل میں
وہی کرتا ہے ملیا میٹ دل خوش کن مظاہر کو
وہی ہر غم سے آزاد کرتا کل زمانہ کو
وہ چاہے جس کو بھی پل میں یونہی برباد کرتا ہے
کسی آئی نہ آئے گی کبھی جس کے خزانے میں
ایہی کو غریبی میں وہی تحلیل کرتا ہے



21	16	7
حیات مسیح اور قدسہ قادیانیت علامہ محمد مہر الدین	حیات ایساں کا اہم سرسبز جزو علامہ عبدالمستفی اعظمی	اداریہ مجاہد حجاز
36	33	27
حقانیت اسلام مفت محمد شریف الحق مہدی	راولپنڈی میں قادیانیوں کا نیا ارتدادی اڈہ خصوصی رپورٹ	عقیدہ ختم نبوت اور علامہ محمد اقبال سید محمد عبداللہ شاہ قادری
63	56	55
نبی کریم کی آمد کا تذکرہ بائبل کے قدیم نسخوں میں احمد نجیب	اسلام اور کمیونزم علامہ مشتاق احمد گامی	عزت و ناموس آقا کی حفاظت دین ہے سید عارف محمود مجبور رضوی
76	72	70
برم اطفال مفت محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ العالی	تبصرہ کتب محمد حیدر نور	اعراس مبارکہ ماہ بنیادی الاولیٰ محمد اقبال قادری
61		
برطانیہ پرستی اور فرانس میں قبول اسلام کی لہر خصوصی رپورٹ		

ادارے کا ضمون نگار
کی سادہ سے الفاظ ضروری نہیں

وہی چاہے جسے ذلت سے دوچار کر دیتا
وہ چاہے تو کرے اک آن میں نابود بستی کو
وہ چاہے تو کرے مٹی کو سونا اپنی قدرت سے
وہ چاہے تو شہنشاہ کا پتہ صاف کر ڈالے
وہ چاہے جو کرے ہر چیز کا مالک ہے، قادر ہے
نہیں اس کا کوئی ساجھی نہ کوئی اس کا ہمسر ہے
نہ پائے راز کوئی اس کے احکام و مشیت کا
بڑا کمزور ہے انسان، بڑی بے بس ہے دانائی
اسی کے خوف سے ڈرتا علامت ہے خشیت کی
نہیں اس کے سوا کوئی حقیقی مالک و مولا
رہے لب پر اسی کا نام نامی جاگتے سوتے
اسی سے مانگیے امداد ہر دکھ میں مصیبت میں
اسی کی یاد سے آباد ہے دل کا نہاں خانہ
اسی کی یاد میں مضمحل سکون و قلب و راحت ہے
اسی کی یاد میں مشغول ہے مجبور روز و شب



﴿توجہ فرمائیں﴾

جن حضرات کو رسالہ کی ممبر شپ کے حوالے سے کوئی معلومات درکار ہوں یا جنہیں

رسالہ پہنچ رہا ہو وہ اس نمبر پر رابطہ فرمائیں۔ ﴿محمد کاشف: 0315-4211436﴾



● ایوارڈ کو اردو میں اعزاز کہا جاتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ملک عزیز پاکستان کی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں خدمت کرنے والوں کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں مختلف اعزازات یا ایوارڈز سے نوازا جاتا ہے مثلاً نشان حیدر، نشان شجاعت، نشان پاکستان وغیرہ۔ ملکی سطح پر دیے جانے والے ان اعزازات کا اصل مقصد تو ملک کی خدمت کرنے والوں کا اکرام تھا لیکن رفتہ رفتہ ان اعزازات کے انتخاب میں سیاسی عنصر شامل ہوتا گیا اور آج ان اعزازات کی جس طرح نا اہل لوگوں کے ہاتھوں بندر بانٹ کر کے توہین کروائی جا رہی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ چوکیدار سے لے کر وزیر و مشیر تک جو جتنا چاہا پلوس ہے اسے اتنا ہی نوازا جا رہا ہے۔ عذاب الہی کی شکل میں مسلط ہونے والے وفاقی وزیر داخلہ کی نا اہلی ہر کس و نا کس پر روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن صدر مملکت کے ہر سیاہ و سفید ”کارنامے“ میں دست راست ہونے کے باعث اس سال 23 مارچ کو انہیں بھی ریپوزی کی طرح اعزاز سے نوازا گیا۔ اسی طرح کئی تاحلوں کو ”اہل“ بنانے کی سعی نہ حاصل کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوشش کی گئی۔ ایوارڈوں کی ان بے ہمتی میں ایک ایوارڈ ”نشان امتیاز“ گستاخ رسول سابق گورنر پنجاب تاثیر کے

لیے بھی تھا۔ یوں تو نا اہلوں پر ایورڈوں کی نوازش سے ان ایورڈوں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی لیکن نا اہل اور باغی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور بے وقت کرنے والا نشان رسالت مآب ﷺ کا باغی ہو تو یہ مزید خوفناک بات ہے۔

حکومت پاکستان کے اس غیر اسلامی و غیر اخلاقی اور غیر دانشمندانہ قدم نے پوری تاریخ اسلام کو مسخ کر دیا ہے۔ ظہور اسلام سے آج تک ہمیشہ گستاخان رسالت کی مذمت اور عشا قان مصطفیٰ ﷺ کی تائید کی جاتی رہی ہے لیکن زرداری حکومت نے اپنے چہرے پر ایسی کالک ملی ہے جس نے اسے مزید خوفناک کر دیا ہے اور اس کی سیاسی وقت کے ساتھ ساتھ مزید پختگی اختیار کرتی چلی جائے گی۔

اب تو پاکستانی عوام اس تشویش میں مبتلا ہوئے ہیں حق بجانب ہیں کہ ہندوستان سے پیار کی پیٹلیں بڑھانے کے بعد نجانے زرداری حکومت اور اس کے ”باصلاحیت افراد“ کب ملعون زشتی کو بھی کوئی ایورڈ دے دیں۔ اسی طرح کسی بھی وقت ملعون تسلیمہ نسرین بھی حکمرانوں کی نظر میں ایورڈ کی حق دار ٹھہر سکتی ہے۔

ثقف ہے ایسی حکومت پر ایسی پارٹی پر اور ایسے سید زائے وزیر اعظم پر جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے نانا جان کے منصب نبوت کے باغی کو اعزاز کے لیے نامزد کیا گیا ہو اور اس کی رگ جبینی نہ پھڑک سکی اور وہ یزیدی کردار ادا کرنے پر ہی بھند رہا۔

۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرداز

کبوتر با کبوتر باز با باز

۔ محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی

مہینگی و صورت گری و علم نباتات

● پچھلے دنوں امریکی شہر لاس اینجلس میں ایک ”ایورڈ“ حیا باختہ پاکستانی نژاد برطانوی خاتون کو بھی دیا گیا جس کا کریڈٹ یہ تھا کہ اس نے لیڈین ڈائریکٹر کے ساتھ مل کر ”سیوگ فیس“ نامی ایک

دستاویزی فلم بنائی تھی جس میں ان کے نزدیک پاکستانی معاشرے کا ”فیس (چہرہ)“ پوری دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس فلم میں پاکستانی معاشرے میں عورتوں پر تیزاب پھینکنے کے واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

شرم و حیا کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے نیم برہنہ جسم کپڑوں میں اس خاتون نے ایورڈ وصول کرنے کے بعد کہا ”پاکستانی خواتین ملک میں مثبت تبدیلیوں کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گی“۔

ہمارے وزیر اعظم تو یہ ایورڈ ملنے پر اس قدر خوش ہیں کہ انہوں نے کہا ”شرمین نے عالمی سطح پر ملک کا نام روشن اور قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اس لیے اسے ملک کے سب سے بڑے سول ایورڈ سے نوازا جائے گا“۔

مقام افسوس ہے کہ ہمارے ہاں حکومتی خزانے کا منہ کرکٹ کے میدانوں میں تام پیدا کرنے والوں اور شرمین جیسے آزاد خیال لوگوں کے لیے کھلتا ہے لیکن اسلام و پاکستان سے حقیقی محبت کرنے والوں کے لیے ایورڈ تو دور کی بات تحسین کے الفاظ بھی نہیں ہوتے۔ اگر ایسا نہیں تو چند ماہ قبل نشانہ بازی کا عالمی مقابلہ جیتنے والوں کو ایورڈ کیوں نہیں دیا گیا؟ رابطہ عالم اسلامی کے 33 ممالک کے حافظ بچوں کے درمیان ”مقابلہ حفظ“ میں اول پوزیشن حاصل کرنے والے ننھے حافظ فضل عظیم کو ایورڈ کیوں نہیں دیا گیا؟؟ کیا ان لوگوں نے ملک کا نام روشن اور قوم کا سر فخر سے بلند نہیں کیا؟ تو پھر ایورڈ کے حق دار اسلامی روایات کی دھجیاں بکھیرنے والے ہی کیوں ہیں؟؟؟

پاکستانی عوام کا حافظہ اگر کمزور نہ ہوا ہو تو انہیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ چند سال پہلے دور پرویز میں ایک خاتون وفاقی وزیر نے پیراشوٹ کے ذریعے فضاء سے ایک فرانسیسی مرد کے ساتھ چھلانگ لگائی اور پھر اس سے بغل گیر ہو کر قوم کا سر ”فخر“ سے بلند کیا تھا۔ جب غیرت مند پاکستانی مسلمانوں نے احتجاج کیا تو انہیں انتہاء پسندی کا طعنہ دیتے ہوئے اپنے اس شرمناک فعل کو روشن خیال اسلام سے تعبیر کیا اور ملک میں مثبت تبدیلی کا عزم ظاہر کیا۔

اسی طرح سندھ کی مختاراں مائی نے ”زنا“ جیسے سنگین ترین غیر شرعی فعل کو پوری دنیا میں کیش کروا کر خود کو مظلومہ اعظم کے روپ میں پیش کیا اور یوں ملک عزیز پاکستان کا نام ”روشن“ کیا گیا۔ آج وہ ”مظلومہ اعظم“ اس واقعہ کے بعد غیر ملکی آقاؤں اور این جی اوز کی مدد سے کروڑوں روپے کی مالکن ہے اور مختلف غیر ملکی ادارے اسے اپنی ”کہانی“ سنانے کے لیے وقتاً فوقتاً پوری دنیا میں بلاتے ہیں اور یوں یہ مائی پاکستان کے لیے ”نیک نامی“ کا سبب اور ”مثبت تبدیلی“ کی علامت بن چکی ہے۔

پنجاب اسمبلی میں 24 جنوری 2012ء کو سرکاری ونچی تعلیمی اداروں میں ناچ گانے کے پروگرام منعقد کرنے پر پابندی کے لیے قرارداد منظور کی گئی تو ٹھیک دو دن بعد پیپلز پارٹی کی پارلیمانی لیڈر نے ایک نئی قرارداد منظور کروالی جس میں ناچ گانے کو ”غیر نصابی سرگرمیوں“ کا عنوان دے کر اجازت کا مطالبہ کیا گیا نیز ان کا کہنا تھا کہ موسیقی صحت مندانہ سرگرمی ہے۔

چند ہفتے قبل حکومت پنجاب نے بھی اسی طرح کی مثبت تبدیلی کے ضمن میں مخلوط میراتھن ریس کا اہتمام کیا جسے ”فیملی میراتھن ریس“ کا عنوان دیا گیا تھا۔ یہ جمہوری حکومت کا ”کمال“ ہے کہ جو کام دور پرویز میں نہ ہو سکا وہ ان نام نہاد ”شریفوں“ نے کر دکھایا۔ جس عورت کو بیت اللہ میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا ہمارے حکمران اس صنفِ نازک کی برسر عام دوڑ لگوا کر اسلامی احکام کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔

اگر حکومت پنجاب کے ذمہ داران مع وزیر و مشیر واقعی اس مخلوط بھاگ دوڑ کو ”صحت مندانہ“ سرگرمی سمجھتے تھے تو انہیں بھی اپنی اپنی فیملی کے ساتھ اس دوڑ میں ضرور شریک ہونا چاہیے تھا کیونکہ ”صحت مندانہ“ سرگرمیاں ان کے خاندان والوں کا بھی حق ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی ماں، بہن، بیوی، بیٹی کو سڑکوں پر غیر محرموں کے ساتھ فیملی ریس کے عنوان سے دوڑانے والے خود منافقانہ پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلاہل کو کبھی نہ کا قہ

اگر قرآن کریم کے الفاظ میں درود لیا جائے تو سورۃ النور کی آیت: 19 ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

آج پاکستانی معاشرے میں روشن خیالی، انسانی حقوق، آزادی اظہار اور ترقی کے نام پر بے حیائی اور فحاشی کو عام کیا جا رہا ہے۔ دین کے معاملے میں جو جس قدر بے باک ہو وہ اتنا ہی ماڈرن کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ”حق“، ”سچ“، ”سیدھی“ اور کھری بات کرنے والے کو انتہا پسند، رجعت پسند، دقیانوس کہا جاتا ہے جبکہ ذومعنی، مبہم اور حیاء و حشیت سے عاری کلام کرنے والے شخص کو روشن خیال اور ماڈرن ریٹ تصور کیا جاتا ہے۔

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال ؒ نے فرمایا:

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی

کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

اقبال مرحوم کے الفاظ میں آج جسے ہم آزادی سمجھ کر اپنا رہے ہیں حقیقت میں وہ آزادی نہیں غلامی ہے۔ عالم کفر کی غلامی، یہود و نصاریٰ کی غلامی اور ان کے ریزہ خواروں ہندوؤں و سکھوں کی غلامی۔ اسی ذہنی و فکری غلامی کی عکاس حال ہی میں شائع ہونی والی ایک تصویر ہے جس میں پاکستان کا ڈپٹی انارنی جنرل خورشید خان نئی دہلی کے ایک گوردوارہ میں پینٹ، کوٹ پہنے سکھوں کے جوتے پالش کرنے میں مصروف ہے۔

بہر کیف امریکہ میں آسکر ایوارڈ حاصل کرنے والی یہ خاتون طالبان، افغان مہاجرین، پردہ، سعودی خواتین، پاکستان میں فرقہ واریت اور مشرقی تیمور جیسے مغرب کے پسندیدہ موضوعات پر ڈاکومنٹریز بنا چکی ہے جبکہ ایوارڈ کا سبب بننے والی ”سیونگ فیس“ کی کہانی تیزاب کے گرد گھومتی ہے۔

اسلام میں اس حوالے سے کوئی دورائے نہیں کہ کسی بھی مسلمان کی جان بہت قیمتی ہے اور انسانی جان کو کسی بھی طرح ناحق اذیت دینا قلعاً پسندیدہ عمل نہیں۔ اب انسانی جان کو اذیت تیزاب سے دی جانے یا

مٹی کے تیل سے یا پانی وغیرہ سے سب کی ممانعت ہے۔ اس موٹے سے اصول کو جان لینے کے بعد کہ اسلام تیزاب وغیرہ پھینک کر کسی کی زندگی سے کھیلنے کی سخت ممانعت کرتا ہے ہمیں یہاں یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ایسے مکروہ فعل کو پاکستانی معاشرے کی تصویر کے زوہ میں پیش کرنا بھی قابل گرفت ضرور ہے۔

دنیا بھر کے 200 سے زائد ممالک ہیں اور آج تک کسی بھی ملک کے شہری نے اپنے ہی ملک کے بارے میں منفی تاثر دینے اور اسے سستی شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔

کاش! ایوارڈ کے متلاشیوں کو کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق میں استعماری طاقتوں کی طرف سے خواتین کے حقوق کی پامالی، اجتماعی زیادتی، ذہنی و جنسی تشدد بھی نظر آئے اور وہ پاکستان کی طرح ان عالمی غنڈوں کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے واضح کریں۔ لیکن یہ مغرب کے خلاف اقدام ہوگا اس لیے اس طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔

اگر کسی کو ایسی تحقیق مقصود ہو تو سب سے پہلے اسے عالمی شیطان امریکہ پر نظر کرنی چاہیے جس کی کل آبادی صرف 34 کروڑ ہے۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق امریکہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ جرائم کرنے والے ممالک میں سرفہرست ہے۔ اقوام متحدہ کے 8 ویں سروے میں 82 ممالک میں جرائم کا جائزہ لیا گیا جن میں بالترتیب امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، روس، جاپان اور جنوبی افریقہ جرائم کرنے والے ممالک میں صف آراء ہیں۔

اس عالمی سروے کے مطابق امریکہ قتل، اغواء، تشدد، جنسی تشدد ایسے 1 کروڑ 18 لاکھ 77 ہزار 218 واقعات کے ساتھ سرفہرست ہے۔ صرف گولیاں مار کر ہر سال 9 ہزار 96 افراد کو موت کے گھاٹ اتاراجا رہا ہے۔

”ڈیلی نیوز“ کے مطابق جو امریکہ کا چوتھا بڑا اخبار ہے امریکہ میں گزشتہ برس ہر 30 منٹ بعد اوسطاً ایک قتل ہوا جبکہ ہر 31 منٹ بعد اوسطاً ایک عورت جبری عصمت دری کا شکار ہوئی۔

معروف برطانوی نشریاتی ادارے برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن (BBC) کے مطابق 2011ء

میں 278 امریکی فوجیوں نے خودکشی کی جبکہ 4 لاکھ 72 ہزار امریکی فوجی نیم پاگل پن کا شکار ہیں۔ جس کی بڑی وجہ افغانستان و عراق میں امریکی فوجیوں کی تقرری ہے۔

ہیومن رائٹس وائچ کے مطابق امریکہ میں ہر سال محض داخلی سلامتی کے نام پر 3 لاکھ سے زائد افراد کو تحویل میں لیا جاتا ہے جبکہ ان سے ملک کی سلامتی کو بظاہر کوئی خطرہ نظر نہیں آتا۔

اسی طرح امریکہ کی 34 کروڑ آبادی میں سے کم و بیش 4 کروڑ 20 لاکھ افراد غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ طلاقیں بھی امریکہ میں ہی ہوتی ہیں۔

ایک تازہ رپورٹ کے مطابق امریکہ و یورپ میں مجرد زندگی گزارنے کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ اس کا بنیادی سبب گھریلو مسائل، مالی مشکلات اور اجتماعی بکھیرے نہیں بلکہ ہم جنس پرستی کا نہ تھمنے والا طوفان ہے جو اپنے ساتھ پورے مغربی معاشرے کو بہا لے گیا ہے۔

امریکی ادارے پیو سنٹر کے مطابق امریکہ میں 1960ء کے عشرے میں تقریباً 72 فیصد لوگ شادی شدہ تھے جبکہ 2010ء میں صرف 51 فیصد اور 2011ء میں 46 فیصد امریکی شادی شدہ ہیں۔

قارئین محترم! ان حیرت انگیز حقائق پر مبنی رپورٹوں کو پڑھ کر آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جس معاشرے میں ہر طرف بُرائی ہی کا غلبہ ہو اور یہ بُرائیاں ہر طرح کی اقدار کو پامال کر رہی ہوں۔ اس معاشرے و ماحول کی اصلاح ضروری ہے یا کسی اور کی؟

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ان تمام برائیوں کو امریکیوں نے قبول کرنے کے باوجود عالمی سطح پر اچھالا نہیں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ سستی شہرت کی متلاشی پاکستانی نژاد برطانوی خاتون جیسے افراد کا امریکہ میں نہ ہونا ہے ورنہ موصوفہ کی جگہ یہ آسکر ایوارڈ بھی امریکی معاشرے میں رچی بسی ان برائیوں کو منظر عام پر لا کر کوئی ”روشن خیال“ ”حاضر دماغ“ اور ”حقائق پسند“ امریکی لے اڑتا۔

آج تجھ کو بتاؤں میں تقدیر اُمم کیا ہے

ششیر و سناں اول طاؤس درہاب آخر

انسانی حقوق کے چیمپین کہاں گئے.....؟

یوں تو پاکستان میں آپ کو ایک جملہ کثرت سے سننے میں ملے گا کہ پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور یہاں ہر شخص کو مکمل آزادی سے رہنے کا حق حاصل ہے۔ کسی دوسرے کو کسی پر اپنی بات مسلط کرنے کا کوئی حق نہیں۔

گزشتہ ماہ جب گھونگی سندھ میں چند ہندو خواتین نے از خود اسلام قبول کیا تو ہر شخص کو آزادی کا درس دینے والے مادر پدر آزاد طبقے خیال نے نجانے کیوں آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔

اس طبقہ کا کہنا ہے کہ ان خواتین کو زبردستی اغوا کر کے اسلام قبول کروایا گیا ہے جبکہ نو مسلم خواتین کراچی پریس کلب اور پھر سندھ ہائی کورٹ میں واضح طور پر یہ تواتر سے کہہ چکی ہیں کہ ہم نے بلا جبر و اکراہ از خود قبول اسلام کیا ہے۔

قبول اسلام کے اس سیدھے سادھے واقعہ کو بھارتی شہ پر پاکستانی کٹھ پتلیوں نے اس انداز سے سیاست میں کھیٹا ہے کہ معاملہ قومی اسمبلی کے ایوان تک پہنچ گیا اور سپریم کورٹ نے اس پر سوموٹو ایکشن بھی لے لیا ہے۔

صدر مملکت کی ہمشیرہ عذرا افضل اور وزیر اعلیٰ سندھ کی بیٹی نفیسہ شاہ اس ایٹو پر بھارتی نمائندگی کر رہی ہیں جبکہ مسلم لیگ (ن) کے رکن قومی اسمبلی خواجہ سعد رفیق نے بھی اسمبلی میں افسوسناک رویہ اختیار کیا ہے۔

جب معاملہ اسلام کی مخالفت کا ہو تو متحدہ قومی موومنٹ کس طرح پیچھے رہ سکتی ہے چنانچہ متحدہ قائد نے ایک انوکھا مطالبہ کر دیا کہ پاکستانی دستور میں لفظ اقلیت کا ہی خاتمہ ہونا چاہیے۔ یہی نہیں بلکہ متحدہ ہی کے دوسری مرتبہ منتخب ہونے والے سینیٹر کرنل (ر) طاہر مشہدی نے اپنے قائد کے مطالبے کی حمایت اور اقلیتوں کی نام نہاد نمائندگی کرتے ہوئے کہا ”قادیانی“ مسلمانوں سے اچھے مسلمان

ہیں۔ قادیانیوں کو مسلمان کہتے اور سمجھتے سے اب موصوف خود ”مسلمان“ کہتے ہیں یا نہیں الہ ایمان

سے مخفی نہیں۔

متحدہ قومی موومنٹ (MQM) اس سے قبل بھی محافظ قادیانی موومنٹ (MQM) کا کردار ادا کر چکی ہے اور اب ایک بار پھر اسی ٹریک پر چلتی دکھائی دے رہی ہے۔ متحدہ قائد اگر قیام پاکستان کے وقت موجود ہوتے تو خود بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح ان کے ذریعہ دماغ سے خوب مستفید ہوتے۔ قائد اعظم نے تو اس ملک کے جنڈے میں بھی اقلیتوں کی الگ شناخت رکھی ہے لیکن متحدہ قائد کے مطابق یہ شناخت ہی ختم ہو جانی چاہیے کہ کون مسلمان ہے، کون غیر مسلم؟

اگر ایمانی اعتبار سے ماننے والے یعنی مسلمان اور نہ ماننے والے یعنی کافر برابر ہوتے تو قرآن کریم میں مسلمانوں اور کافروں کو پکارنے کے لیے الگ اسلوب اختیار نہ کیا جاتا۔

بہر کیف سندھ میں ہندو خواتین کے قبول اسلام پر مرکزی و صوبائی حکومت انتہائی ناروا سلوک کر رہی ہیں۔ پولیس کے ذریعہ باقاعدہ ان خواتین کو حراساں کیا جا رہا ہے اور دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔ سندھی قوم پرست جماعتیں اس مسئلہ پر اپنی سیاست چکار رہی ہیں۔ ایسے میں انسان حقوق کی نام نہاد چیمپین، سابق صدر سپریم کورٹ بار کی زبان بھی گدی سے گم ہو گئی ہے اور انہیں خاموشی کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔

ہم نو مسلم خواتین کے قبول اسلام پر مسلمان ہونے کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں سے ان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت انہیں استقامت فی الدین عطا فرمائے نیز حکومت پاکستان خصوصاً سپریم کورٹ سے اپیل کرتے ہیں کہ ان نو مسلم خواتین کی حفاظت کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ آخر میں تمام قومی سیاسی جماعتوں سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ قوم پرست سیاسی جماعتوں اور ہندوؤں کے دوٹوں کی لالچ میں اپنے ایمان کا سودا ہر گز نہ کریں۔





﴿عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحياء شعبۃ من الایمان﴾ (بخاری شریف ج: 1، کتاب الایمان، ص: 6)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی شاخیں ساٹھ سے کچھ زیادہ ہیں اور ”حیا“ ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

توضیح الفاظ:

بضع کا لفظ گنتی میں تین سے لے کر نو تک کے عدد پر بولا جاتا ہے۔ شعبۃ شاخ کو کہتے ہیں۔ حیا کا ترجمہ ”شرم“ ہے جس کو ہندی میں ”لاج“ بھی کہتے ہیں۔ حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ حیا کی تفسیر فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ﴿الحياء انقباض النفس عن القبيح مخالفة الدم﴾ (بیضاوی شریف) یعنی مذمت کا خوف کرتے ہوئے برے کاموں سے نفس کا سکر جانا۔ اس کیفیت کا نام ”حیا“ ہے۔

یہ درحقیقت ”وقاحت“ اور ”خجالت“ کے درمیان ایک صفت ہے۔ ”وقاحت“ یہ ہے کہ انسان اس قدر بے شرم و بے غیرت بن جائے کہ اس کو کسی بُرے سے بُرا کام کرنے سے بھی کوئی جھجک نہ ہو۔ ”خجالت“ یہ ہے کہ انسان اتنا شرمیلا ہو جائے کہ اچھے برے کام سے جھجکنے لگے۔ ”حیا“ یہ ہے کہ بُرے کاموں سے خیال کر کے جھجک ہو کہ لوگ مذمت کریں گے اور اچھے کاموں سے کوئی جھجک نہ ہو۔

وقاحت اور خجالت یہ دونوں انسان کی مذموم اور بری صفتیں ہیں اور حیا انسان کی انتہائی محمود اور

پسندیدہ صفت ہے۔

شرح حدیث:

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جس میں چھوٹی بڑی بہت سی ٹہنیاں اور شاخیں ہوں۔ جن کی وجہ سے وہ درخت ہر ابھرا، سایہ دار، انتہائی خوشنما اور نہایت ہی حسین و خوبصورت نظر آتا ہے۔

یہی مثال ایمان کی ہے کہ ایمان کی چھوٹی بڑی بہت سی خصلتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے ایمان کی رونق اور خوبی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس کے اثرات و ثمرات کی بدولت صاحب ایمان کی زندگی دونوں جہان میں حسن و جمال کا ایک ایسا جاذب نظر مرقع بن جاتی ہے کہ وہ تمام مخلوق کی نگاہوں میں صاحب وقار اور قابل اعتبار ہو جاتا ہے اور دربار خداوندی میں عظمت دارین کا حق دار بن جاتا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ساٹھ شاخیں یعنی خصلتیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک نہایت ہی اہم اور بہت بڑی شاخ یعنی خصلت ہے۔

اب غور فرمائیے کہ وہ خوشنما اور بارونق درخت جو اپنی بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں کی وجہ سے انتہائی خوبصورت نظر آتا ہے۔ اگر اس کی تمام شاخوں کو کاٹ ڈالا جائے اور صرف اس درخت کے تناکا ”ٹھنڈھ“ باقی رہ جائے تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اب درخت کہلانے ہی کا مستحق نہیں رہے گا۔ بھلا کون ہے جو صرف تناکے ”ٹھنڈھ“ کو درخت کہے گا؟ جس میں نہ ڈالیاں ہوں، نہ ٹہنیاں، نہ شاخیں ہوں، نہ پتیاں۔

اسی طرح اگر درخت کی کچھ شاخوں کو کاٹ کر ننگا کر دیا جائے تو یقیناً درخت کی حسین و خوبصورت چھتری کا حسن و جمال تہس نہس ہو جائے گا۔ اس کا سایہ بھی کم ہو جائے گا اور اس کے پھل پھول میں بھی نمایاں کمی ہو جائے گی۔ درخت کی کوئی اتنی بڑی ڈالی کاٹ ڈالی جائے جس میں بہت سی ٹہنیاں اور شاخیں ہوں اور وہ ڈالی درخت کی نشوونما اور اس کی سرسبزی و شادابی میں مدد و معاون رہی ہو تو پھر اندیشہ ہے کہ شاید پورا درخت ہی خشک ہو کر آگ کا ایندھن بن جائے۔

اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان کی بھی چھوٹی یا بڑی بہت سی خصلتیں ہیں کہ اگر ان تمام خصلتوں کا وجود ختم

ہو جائے تو گویا ایمان ہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر کچھ خصلتیں معدوم ہو گئیں تو جتنی اہم خصلتیں ناپید ہوتی چلی جائیں گی اسی قدر ایمان کا نور اس کی رونق اس کا حسن و جمال کم سے کمتر ہوتا چلا جائے گا۔ اگر کوئی ایسی اہم سے اہم تر اور خاص الخاص خصلت برباد ہوگئی جو ایمان کا نشان بلکہ شان ایمان کہلانے کی مستحق تھی تو پھر تو انتہائی خطرہ ہے کہ کہیں ایمان ہی برباد نہ جائے۔ چنانچہ ایسی ہی ایک نہایت ہی اہم خصلت ایمان کو بیان فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿الحياء شعبة من الايمان﴾ یعنی حیاء ایمان کی ایک بہت ہی بڑی شاخ یعنی خصلت ہے۔

حیاء بڑی شاخ کیوں ہے؟

اب رہا یہ سوال کہ کہ آخر ”حیاء“ ایمان کی بہت بڑی شاخ اور بہت اہم خصلت کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پورے خصال ایمان اور اعمال اسلام دو ہی قسموں میں منحصر ہیں ”اوامر“ اور ”نواہی“ یعنی اچھا کام کرو اور برے کام مت کرو۔

ظاہر ہے جس مسلمان میں حیاء کی صفت ہوگی وہ تمام برے کاموں سے فطری طور پر رک جائے گا اور تمام نواہی سے باز رہے گا۔ ایک صفت حیاء کی وجہ سے مسلمان تمام شرعی ممنوعات سے بچ جائے گا تو گویا حیاء ایمان کی ایک ایسی صفت ہوئی کہ اس کی وجہ سے بہت سی ایمانی خصلتیں پائی جائیں گی۔ اس لیے بلاشبہ یہ درخت ایمان کی شاخوں میں سے نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑی شاخ ہے۔

ساتھ یا ستر؟

واضح رہے کہ بخاری شریف کی اس روایت میں تو ایمان کی شاخوں کو ساتھ سے کچھ زائد بتایا گیا ہے مگر دوسری روایتوں میں ﴿بضع و سبعون﴾ کا لفظ آیا ہے یعنی ایمان کی شاخیں ستر سے کچھ زیادہ ہیں۔ بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض نظر آتا ہے مگر درحقیقت کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر میں داخل ہوتا ہے۔ اس لیے جب ایمان کی شاخیں ستر سے اوپر ہوئیں تو پھر ساتھ سے بھی اوپر ہوئیں۔ اس لیے کسی روایت میں ساتھ سے زائد کہہ دیا گیا اور کسی روایت میں ستر سے اوپر کہہ دیا گیا۔

بعض شارحین حدیث نے دونوں حدیثوں میں تعارض دفع کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ ساتھ سے اوپر یا ستر سے زائد جو فرمایا گیا تو ان دونوں گنتیوں سے تعین و تحدید مراد نہیں ہے بلکہ تکثیر مراد ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا یہ مطلب نہیں ہے خصال ایمان گنتی میں ساتھ سے کچھ زائد ہی ہیں یا ستر سے اوپر ہی ہیں۔ درحقیقت ان دونوں گنتیوں سے مراد یہ ہے کہ ایمان کی خصلتیں بہت زیادہ ہیں۔ جیسے ہمارے اردو کے محاورہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ”میں نے پچاس مرتبہ تم کو حکم دیا“ اور ستر مرتبہ منع کیا۔ حقیقت میں اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں نے بہت مرتبہ تم کو حکم دیا اور بہت مرتبہ تم کو منع کیا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ تعارض کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب رہا یہ سوال کہ ایمان کی شاخیں یعنی خصلتیں کون کون سی ہیں؟ تو علامہ عینی وغیرہ نے ان کی تعداد ستر سے تحریر کی ہے جن کا تذکرہ طوالت سے خالی نہیں۔ مگر خلاصہ یہ ہے کہ تمام احکام اسلام خواہ وہ اعتقادی ہوں یا قولی و فعلی مثلاً کلمہ شہادت نماز روزہ حج زکوٰۃ حقوق اللہ حقوق العباد یہ سب کے سب درخت ایمان کی شاخیں اور ایمانی خصلتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ایمان پر اثرات و ثمرات ہیں جن سے درخت ایمان کا حسن و جمال بڑھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ترک کر دینے سے ایمان کا درخت اپنی خوشنما اور بارونق خوبصورتی اور شادابی سے محروم ہو جاتا ہے۔

فوائد و مسائل:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان درجات و مراتب میں برابر نہیں ہے بلکہ جس مسلمان میں ایمانی خصال زیادہ سے زیادہ ہوں گی وہ یقیناً اس مسلمان سے مراتب و درجات میں افضل و اعلیٰ ہوگا جس میں ایمان کی خصلتیں کم ہوں گی۔

② ایمان اصل ہے اور اعمال اس کی فرع ہیں۔ اس لیے اس حدیث میں یا دوسری حدیثوں میں جہاں جہاں بھی اعمال کو ایمان کہا گیا ہے مجاز کے طور پر کہا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں ہے ﴿امنوا و عملوا الصالحات﴾ کا لفظ آیا ہے اور عمل کا ایمان



حدیث پاک میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تیس (30) دجال کذاب پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث پاک کی رو سے متعدد دجال پیدا ہو چکے ہیں اور اسی سلسلہ کا ایک شخص ہمارے زمانہ میں سر زمین پنجاب سے پیدا ہوا جس کو لوگ مرزا غلام احمد کہا کرتے تھے۔ پنجاب (بھارت) میں ضلع گورداسپور سے متعلق ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے۔ امرتسر سے شمال مشرق کو جو ریلوے لائن جاتی ہے اس میں ایک بڑا اسٹیشن بٹالہ سے گیارہ میل پر موضع قادیان واقع ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اس موضع کا دیان کا رہنے والا تھا جس کو انہوں نے مل ملا کر قادیان سے مشہور کر دیا، صحیح نام ”کادیان“ ہی ہے۔ اہل پنجاب اب بھی اس کو کادیان ہی کہتے ہیں۔ پنجابی میں ”کادی“ کیوڑہ کو کہتے ہیں۔

اس میں بھی کیوڑہ فروش رہا کرتے تھے لہذا کادیان نام پڑ گیا۔ مرزا نے زر کثیر صرف کر کے اس کو سرکاری کاغذات میں قادیان لکھوایا اور کہا کہ اصل لفظ قادیان تھا، کثرت تلفظ سے اس قدر تغیر رونما ہو گیا ہے حالانکہ یہ سب غلط فاحش ہے۔

مرزا 1261ھ بمطابق 1845ء میں پیدا ہوا اور 24 ربیع الثانی 1320ھ مطابق 26 مئی 1908ء میں مر گیا۔ مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ طبابت کا پیشہ معمولی طور پر رکھتے تھے اور مختصری زمینداری بھی تھی۔ مرزا نے ابتداً عمر میں کچھ فارسی اور عربی پڑھی۔ ابھی درسی کتابیں ختم نہ ہونے پائی تھیں

پر عطف کیا گیا ہے۔ عطف کا تقاضا یہی ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ عمل الگ چیز ہے اور ایمان الگ چیز ہے۔ ایمان اصل ہے اور اعمال ایمان کی خصلتیں و علامتیں ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ اعمال ایمان کے اثرات و ثمرات ہیں۔

⑤ اس حدیث نے اس حقیقت کی تصریح کر دی کہ ”حیاء“ مومن کی بڑی ہی اہمیت اور نہایت ہی گرانقدر صفت ہے۔ اس لیے جس مومن میں حیاء نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کے درخت ایمان کی بہت ہی بڑی شاخ کٹ گئی ہے۔ اسی لیے عرب کی ایک بہت پرانی مثل ہے جس پر تصدیق نبوت کی بھی مہر لگی ہوئی ہے کہ ﴿اذا لم تستحی فاصنع ما شئت﴾ جس کا فارسی میں ترجمہ ہے کہ ”بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن“ یعنی جب تمہارے اندر حیاء ہی نہیں رہی تو پھر جو چاہو کرو۔



شیرازِ مصنوعات کا بایکاٹ، لاہور بار کا مستحسن قدم

لاہور بار ایسوسی ایشن کے صدر چوہدری ذوالفقار نے کہا کہ سینئر ایڈووکیٹ غلام مصطفیٰ چوہدری کی طرف سے کیے گئے مطالبے پر یہ پابندی لگائی جا رہی ہے جس کی حمایت 100 سے زائد وکلاء نے کی ہے۔ لاہور بار کے صدر نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں ایک مہم شروع کر رہے ہیں تاکہ عدالتوں کے احاطے میں موجود کمیٹینز اور کیفیر یاز میں شیراز کی مصنوعات پر مکمل پابندی لگائی جائے اور اس فیصلے پر عمل کروانے کے لیے انہوں نے وکلاء پر مشتمل ٹیم تشکیل دے دی ہے۔

سینئر ایڈووکیٹ چوہدری غلام مصطفیٰ کے مطابق لاہور بار کے صدر نے نائب صدر رانا جاوید بشیر خان کی سربراہی میں ٹیم تشکیل دی ہے جو اس پابندی پر عمل کروائے گی۔ یہ ٹیمیں لاہور کی مختلف عدالتوں ڈسٹرکٹ کورٹس، سیشن کورٹس، ایوان عدل، ماڈل ٹاؤن کورٹس، کینٹ کورٹس میں اس پابندی پر عمل درآمد کروائیں گی۔

کہ فکر معاش لاحق ہوئی اور اس قدر پریشان ہوا کہ تحصیل علم چھوڑ کر نوکری کی تلاش کی۔

مرزا کا ابتدائی زمانہ نہایت ہی گمنامی اور عسرت میں گزرا جیسا کہ مرزا نے اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے اپنی مفلسی و تنگدستی کو بیان کیا اور لکھا ہے میرے باپ دادا بھی انہی سختیوں میں مر گئے۔

اختصر مرزا سرگرمی اور پریشانی کے بعد بمشکل سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار پر ملازم ہوا۔ مگر اس قلیل رقم میں فراغت کے ساتھ بود و باش مشکل تھی لہذا سوچا کہ مختاری کا قانون پاس کر کے مختاری شروع کر دیں چنانچہ بڑی محنت سے قانون شروع کیا مگر قسمت میں لکھا پیش آیا۔ امتحان دیا تو ڈبل فیل ہوا۔ آدمی چونکہ چلتا پھرتا تھا۔ اپنی معاش کی وسعت اور فراخی کے لئے اُس نے ایک اور راستہ تلاش کیا تو اشتہار اور تالیف و تصنیف کے ذریعے شہرت حاصل کرنے کے درپے ہوا۔

سب سے پہلے آریوں سے منہ لگایا اور بڑے زور و شور اور آب و تاب سے اشتہار نکالے اور اسی وجہ سے مسلمانوں سے ہزاروں روپوں کا چندہ بھگم کر گیا۔ مرزا نے یہ کہہ کر کہ میں مسلمانوں کی طرف سے آریہ مذہب کا مقابلہ کر رہا ہوں خوب روپیہ بٹوارا۔ غالباً اسی وقت سے مرزا کے دماغ میں یہ بات جگہ کر گئی تھی کہ تدریجاً مجددیت، مسیحیت، نبوت و رسالت وغیرہ کے دعوے کرنے چاہئیں۔

اگر یہ جال پورے طریقے سے چل گیا تو پھر کیا ہے ایک بڑی سلطنت کا لطف آجائے گا اور اگر نہ چلا تو اب کون سی عزت ہے جس کے جانے کا خوف و ہراس ہو۔ چنانچہ ابتدائی زمانہ میں کچھ دنوں سرسید احمد خان علی گڑھی سے بھی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس کے روشنی آمیز خیالات نے مرزا کے مجوزہ پروگرام کو اور بھی آسان کر دیا۔

سرسید احمد نے اسی زمانہ میں ایک نیا مسئلہ اختراع کیا ہوا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اب تک وہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتے۔ اتنی مدت تک انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ پس مرزا نے اپنے فرعونی مراتب اور دعاوی کے لئے اسی مسئلہ سے آغاز مناسب تصور کیا اور فوراً اعلان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک ہرگز زندہ نہیں ہیں وہ فوت ہو گئے ہیں۔ کسی آیت اور حدیث سے ان کی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔

بڑے بڑے اشتہار دیئے۔

اس کے علاوہ اپنے خانہ زاد الہاموں کی تائید میں کئی آیات اور احادیث کو بھی دُوراز کار تاویلات کر کے اپنے استدلال میں پیش کیا۔ چنانچہ بہت جگہ مناظرہ بھی کیا مگر کمال یہ کہ جہاں بھی مناظرہ کیا غیر معمول زگ اٹھائی۔

چونکہ یہ مسئلہ انگریزی دانوں کے مزاج کا تھا لہذا اسی طبقہ نے مرزا کی طرف توجہ کی۔ مرزا کا مقصود بھی یہی تھا کہ ایسے طبقہ کو اپنی طرف مبذول کیا جائے تاکہ پیسے تو آئیں۔ پس اس موقع کو مرزا نے غیبت خیال کرتے ہوئے اپنے آپ کو پہلے ایک روشن ضمیر صوفی ظاہر کیا اور خفیہ طور پر دلال مقرر کیے کہ لوگوں کو ترغیب دے کر مرزا کا مرید بنائیں۔

جب دیکھا کہ چند لوگ مرید ہو گئے تو مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا، پھر مثیل مسیح ہونے کا، پھر مہدی ہونے کا، پھر مریم، پھر ابن مریم، پھر ختم نبوت کا انکار کیا اور جھٹ اپنے نبی رسول، صاحب وحی، صاحب شریعت ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ و افضل قرار دیا اور آخر کار کرشن ہونے کا بھی شرف حاصل کر لیا۔

ان مختلف دعوؤں میں مرزا نے عجیب و غریب رنگ بدلے۔ کبھی یہ کہا میں نبی ہوں نہ رسول، نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ کبھی یہ کہا کہ میں نبی ہوں، رسول ہوں، صاحب شریعت ہوں، سب رسولوں سے افضل ہوں حتیٰ کہ جو مجھے نہ مانے وہ کافر و مرتد ہے۔

الغرض مرزا نے خوب مقام پیدا کیا اور خوب عیش کیا اور نہایت ہی مرغن غذائیں کھائیں۔ ایسے ایسے عمدہ اور نفیس لباس پہنے، جو اُس کے باپ دادا کو بھی نصیب نہ ہوئے تھے اور اپنی اولاد کو بھی خوب عیش و عشرت و سرور سے مالا مال کیا۔ آخر الامر مرزا قادیانی اس باغ و بہار کو چھوڑ کر دارالجزا میں چل بسا۔

مرزا غلام احمد کے بعد اس کا دوست حکیم نور الدین (نام نہاد) خلیفہ ہوا اور وہ بھی اپنے عیش و عشرت میں سرشار ہو کر چل بسا۔ پھر اس کے خلیفہ دوم مرزا محمود بیگ کے زمانے میں مرزا کے متبعین میں باہمی

افتراق پڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس وقت مرزائی جماعت پانچ گروہوں میں بٹ گئی۔

- ① لاہوری پارٹی: جس کے امام مسٹر محمد علی اور رکن اعظم خواجہ کمال الدین ہیں۔ ② محمودی پارٹی: جس کے امام مرزا محمود ہیں۔ ③ ظہیری پارٹی: جس کا پیشوا ظہیر الدین اروپائی ساکن گوجرانوالہ ہے۔ ④ تیارپوری پارٹی: جس کا گرو عبد اللہ تیارپوری ہے۔ ⑤ سمکھڑیالی پارٹی: جس کا مقتدا محمد سعید ہے۔ سمکھڑیال ایک گاؤں ہے۔ وزیر آباد جو علاقہ پنجاب کے پاس ہے یہ شخص وہاں کا باشندہ ہے۔ لاہوری پارٹی اور محمودی پارٹی میں بظاہر ایک حد تک اختلاف ضرور ہے۔ جس کی بنیادیوں بڑی کہ مسٹر محمد علی حکیم نور الدین کے بعد چاہتا تھا کہ میں خلیفہ ہوں مگر خلیفہ محمود کے سامنے ان کی ایک نہ چلی لہذا دونوں میں رجسٹ ہو گئی۔ لیکن حقیقت میں دونوں پارٹیوں کا کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں کے عقائد متحد اور یکساں ہیں۔ یہ بناوٹی شکل جو بھی ہے وہ یہ ہے کہ لاہوری پارٹی مرزا کو مقتدا و پیشوا، مسیح موعود، مجدد اور مہدی وغیرہ مانتی ہے اور اس کی نبوت سے متعلق یہ عقیدہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ مجاز بروز نبی تھے حقیقی نبی نہ تھے۔ مرزا نے جن لفظوں میں دعویٰ نبوت کیا ہے ان کی دُور از کار تاویلات کرتے ہوئے حقیقت حال پر پردہ ڈالتی ہے۔ محمودی پارٹی یہ کہتی ہے کہ مرزا حقیقی نبی تھے جیسے کہ دوسرے نبی تھے اور اس کو نبی نہ ماننے والا قطعی کافر اور جہنمی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر جہنمی اور کافر ہے۔ یہ پارٹی مرزا کے کسی لفظ کی جن سے دعویٰ نبوت ثابت ہوتا ہے تاویل نہیں کرتی اور اس کی نبوت کو چھپانا پسند نہیں کرتی بلکہ ختم نبوت کا انکار کرتی ہے۔ لاہوری پارٹی دراصل بڑی پالیسی سے کام لے رہی ہے کیونکہ جب اس نے دیکھا کہ مسلمان دعویٰ نبوت سے کلی نفرت کرتے ہیں اور ہرگز نہیں مانتے تو جھٹ اپنا تیور بدلا اور کہہ دیا کہ ہم لوگ مرزا کو نبی نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے نہ ماننے والوں کو کافر خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اور ایمان چٹ کر گئے۔

محمودی پارٹی اس کی پرواہ نہیں کرتی کیونکہ اس کے امام مرزا محمود کو اپنے باپ کے ترکہ اور وراثت نے پورے طور پر بے نیاز کر دیا نیز وہ دیکھتی ہے کہ مرزا کا دعویٰ نبوت کسی تاویل سے چھپ نہیں سکتا۔

لاہوری و محمودی دونوں چونکہ بڑی پارٹیاں ہیں لہذا یہاں ان کا رد کیا جاتا ہے اور تفصیل سے واضح کر دیا جاتا ہے کہ یہ دونوں پارٹیاں بوجہ عقائد فاسدہ کے اسلام سے خارج ہیں۔ باقی تین پارٹیاں گوان دونوں پارٹیوں کے باطل ہونے سے وہ بھی باطل ہو جاتی ہیں مگر تاہم مختصر طور پر ان کی اجمالی حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے۔ ظہیری پارٹی مرزا کو نبی اور رسول سے بالاتر خدا کا مظہر قرار دیتی ہے اور اپنے اس اعتقاد کے ثبوت میں مرزا کے وہ کلمات پیش کرتی ہے جن میں الوہیت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ظہیر الدین اروپائی جو اس فرقہ کا امام ہے وہ یوسف موعود ہے۔ مرزا نے ایک پیشگوئی یہ بھی کی تھی کہ میرے بعد یوسف آئے گا پس اسے یوں ہی سمجھ لو کہ خدا ہی اتر ہے۔ ظہیر الدین کہتا ہے کہ وہ یوسف میں ہوں اور میں بھی خدا کا مظہر ہوں۔ اس پارٹی کا یہ بھی خیال ہے نماز قادیان کی طرف منہ کر کے پڑھنی چاہیے۔ قادیان مکہ ہے وہاں خدا کے ایک رسول نے جنم لیا تھا۔

تیارپوری پارٹی بھی مرزا کو نبی و رسول مانتی ہے مگر اس کا پیشوا عبد اللہ تیارپوری ہے جو مرزا سے سبقت لے گیا۔ وہ کہتا ہے مجھے خود اپنے بازو سے الہام ہوتا ہے۔ اس شخص نے اپنی کتاب تفسیر آسمانی میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ خلاف فطرت فعل میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے۔

سمکھڑیالی پارٹی سب سے آگے بڑھ گئی۔ محمد سعید جو اس کا پیشوا ہے کہتا ہے خدا نے مجھے قمر الانبیاء بنایا اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی شریعت ملی تھی۔ وہ شریعت محمدیہ کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے مگر اس کا موقع پورے طور پر ان کو نہیں ملا۔ یہ شخص جو اصطلاحات شریعت محمدیہ کی اب تک پیش کر چکا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: نکاح حرام ہے۔ اپنی رشتہ داری میں مثلاً خالہ پھوپھی، چچی ماموں کی لڑکی سے نکاح حرام ہے۔ یہ پانچوں پارٹیاں آپس میں اختلاف کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہیں مگر دین اسلام کے تباہ کرنے اور مسلمانوں کے لوٹنے میں سب مشترک سہی کر رہی ہیں۔ سب کی یہ اتفاق کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کے سایہ رحمت سے مسلمانوں کو نکال کر مرزا کی امت بنایا جائے۔

مسلمانو! یاد رکھنا چاہیے کہ مرزائیوں کی بالخصوص لاہوری و محمودی پارٹی کی یہ خواہش ہے کہ ہم

کو ”احمدی“ پکارا جائے مگر ان کی اس خواہش کو ہرگز نہ پورا کیا جائے کیونکہ اگر ان کو احمدی کہا جائے تو ایک تو یہ اشتباہ ہوگا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے مطیع و فرمانبردار ہیں حالانکہ یہ سب کے سب محرب اسلام ہیں۔ دوسرا اس لئے کہ کئی برس سے لفظ احمدی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمہ اللہ کے متبعین کے نام کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے لہذا ان کو جب پکارا جائے تو مرزائی، قادیانی، جدید عیسائی، غلمدی وغیرہ نام سے پکارا جائے تاکہ کسی طرح کا اشتباہ واقع نہ ہو۔



بھارت میں قادیانیوں کی املاک مسلم اوقاف سے الگ کر دی گئیں

بھارت میں قادیانیوں کی املاک کو مسلم اوقاف سے الگ کر دیا گیا اور مسلمان قاضیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قادیانیوں کے نکاح نہ پڑھائیں اور نہ ہی رجسٹریشن کریں۔ بورڈ کے اس فیصلے پر بھارت میں مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔

بھارت سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان تنازع اُس وقت پیدا ہوا جب قادیانیوں نے حیدرآباد میں 400 برس قدیم قطب شاہی مسجد پر قبضہ کیا جس کی خبر عام ہوئی تو اس پر مسلمانوں نے بورڈ کے خلاف احتجاج کیا۔ اس پر وقف بورڈ نہ صرف قطب شاہی مسجد کا انتظام سنبھال لیا بلکہ قادیانیوں کی دیگر املاک پر بھی غور شروع کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ چیئرمین اوقاف بورڈ سید غلام افضل بیابانی کی جانب سے اس اعلان کے بعد قادیانی جماعت نے انہیں قتل کی دھمکی دی ہے جس کے منظر عام پر آ جانے کے بعد مسلم تنظیمات نے چیئرمین اوقاف کی حمایت کا اعلان کیا اور جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے باقاعدہ فتویٰ دے کر بورڈ کی رہنمائی کی کہ قادیانی املاک کو مسلم اوقاف میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اوقاف بورڈ نے اعلان کیا کہ قادیانی اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں لہذا وہ مسلمان نہیں ہیں اور ان کی املاک بھی مسلم اوقاف میں شامل نہیں ہو سکتیں۔



علامہ مرحوم کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی ذات انسانیت کی معراج ہے اور آپ کی ذات بابرکات سے مستقبل کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ حیاتِ انسانی کی ارتقائی قافلے کے لیے حضور ﷺ کی شخصیت کو مکمل قائد سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک فطری اور عمرانی لحاظ سے حضور ﷺ کی قیادت کے بعد کسی نئی قیادت کی ضرورت نہیں۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است

رحمۃ للعالمین انتہاء است

وہ دانائے سب، ختم الرسل، مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین، وہی طہ

یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت ان کے ہاں محض ایک مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ تمدنی، تہذیبی اور ملی مسئلہ ہے۔ ملت کی وحدت اور اس کی سالمیت و استحکام کا دار و مدار نبی کریم ﷺ کی ذات سے وابستگی میں ہے۔ انہوں نے اپنے بعض مضامین میں ختم نبوت کے بارے میں واضح خیالات کا اظہار فرمایا ہے جن میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مفید ہوگا۔

حضرت علامہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت آپ ﷺ کے خلاف بغاوت ہے۔ آپ نے ماڈرن ریپبلکیت میں پنڈت جواہر لال نہرو کے مضامین کے جواب میں جو مضمون

لکھا تھا اس کے اردو ترجمے کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

● ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے۔ اس کے معنی بالکل سلیس ہیں۔ محمد ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیر انسانی کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھا دیا ہے۔ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیاز خم نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریے کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔

محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان بھی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو تسلیم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک قادیانیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا لہذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی قادیانیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہو سکتا تھا یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی نہ پیدا کر سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے اس نبوت کے دعوے میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی، خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے دریافت کریں کہ آیا محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔

غرضیکہ جب قادیانیت کی نفسیات کا مطالعہ اس کے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیغمبر اسلام کی روحانیت کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک قادیانیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی موروث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔ (مضامین اقبال: 55-154)

● پس میرے خیال سے وہ تمام ایکٹر جنہوں نے قادیانیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی اس قسم کا ایک ڈرامہ کھایا گیا تھا۔

لیکن اس میں وہ سیاسی اور مذہبی امور پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے جو قادیانیت نے اسلام کے لیے ہندوستان میں پیدا کیے ہیں۔ روس نے ”بانی“ مذہب کو روارکھا ہے اور بانیوں کو اجازت دی ہے کہ اپنا تبلیغی مرکز عشق آباد میں قائم کریں۔ انگلستان نے بھی قادیانیوں کے ساتھ رواداری برتی اور ان کو پہلا تبلیغی مرکز دوکنگ میں قائم کرنے کی اجازت دی۔ میرے لیے اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ آیا روس اور انگلستان نے ایسی رواداری کا اظہار شہنشاہی مصلحتوں کی بناء پر کیا یا وسعت نظر کی وجہ سے؟ اس قدر تو بالکل واضح ہے کہ اس رواداری نے اسلام کے لیے پیچیدہ مسائل پیدا کر دیے۔

لیکن اسلام کی اس ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے جیسا کہ میں نے اس کو سمجھا ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اسلام ان دشواریوں سے جو اس کے لیے پیدا کی گئی ہیں زیادہ پاک و صاف ہو کر نکلے گا۔

(مضامین اقبال: 2-161)

مندرجہ بالا دو اقتباسات میں اگرچہ کچھ سیاسی صورت حال کا تذکرہ آگیا ہے لیکن ہمارے پیش نظر اس کا دینی و فکری پہلو ہے جو سیاسی طرز عمل کی وضاحت میں اختیار کیا گیا ہے۔ ان اقتباسات سے بعض تاریخی حقیقتوں اور نفسیاتی پس منظر پر روشنی پڑتی ہے۔ حالات کا وہ تجزیہ تحریک پاکستان کے طالب علم کے لیے بڑا دلچسپ ہوگا۔

● میں اس خیال کی طرف مائل ہوں کہ میں نے قادیانیت کے متعلق جو بیان دیا تھا (جس میں ایک مذہبی نظریے کی محض جدید اصولوں کے مطابق تشریح کی گئی تھی) جس سے پنڈت جی اور قادیانی دونوں پریشان ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف وجوہ کی بناء پر دونوں اپنے دل میں مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے۔ یہ ایک مذہبی بات ہے کہ ہندوستانی قوم پرست جن کی سیاسی تصوریت نے احساس تحاقق کو کچل دیا ہے اس بات کو گوارہ نہیں کرتے کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں میں احساس خود مختاری پیدا ہو۔ (مضامین اقبال: 146-147)

● یہ بات بھی بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ

محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے ان کا یہ مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عرب ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک نئی امت تیار کریں۔

حیرت کی بات ہے کہ میری یہ کوشش کہ مسلمانان ہند کو اس امر سے متنبہ کروں کہ ہندوستان کی تاریخ میں جس دور سے وہ گزر رہے ہیں اس میں ان کا اندرونی استحکام کس قدر ضروری ہے اور ان انتشار انگیز قوتوں سے محترز رہنا قدرنا گزیر ہے۔ جو اسلامی تحریکات کے بھیس میں پیش ہوتی ہیں، پنڈت جی کو یہ موقع دیتی ہیں کہ ایسی تحریکوں (قادیانیت) سے ہمدردی کریں۔ یہ سوال کہ اتحاد کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ کسی مفکر یا مصلح کی تعلیم مذہب اسلام کی سرحدوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے قادیانیت کی تعلیم میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ (مضامین اقبال 5-154)

ان اقتباسات سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ علامہ اقبال عقیدہ ختم نبوت کے متعلق کیا سنجیدہ علمی موقف رکھتے تھے؟ انہوں نے مختلف مقامات پر ٹھوس علمی و عمرانی دلائل سے ختم نبوت کا دفاع کیا ہے۔

آپ کے منقول کلام میں بھی جہاں عشق رسالت، محبت نبوت اور آنحضرت ﷺ کی ذات سے وابستگی کا ذکر ہے وہی الحقیقت ختم نبوت ہی کا اظہار ہے۔

۔ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال کے ہاں عمل کی بے پناہ قوت رحمۃ للعالمین کے دربار عالی سے فیض یاب ہو کر جمعی شان سے سرفراز ہے۔ اقبال کا مسلک یہ ہے کہ عشق رسول میں دوام و قیام اختیار کیا جائے تو اس سے مرد و مومن کی تکمیل ذات ہوتی ہے یعنی انسان اسباب و عوامل اور نتائج و عواقب اور خوف و رجاء کے سلسلے میں اس طرح عمل پیرا ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے عمل پیرا ہو کر اتمام حجت فرمادی۔ جب یہ احساس دل کی گہرائیوں میں قوی ہو جائے گا تو اس کا دل ذات سے وابستگی و وابستگی ہو جائے گی اور دل کی گہرائیوں میں آپ کی محبت محسوس ہوگی۔ یہ احساس ہی ایمان کی تکمیل ہے اور یہی معراج انسانیت ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

گر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ مرحوم آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو دینی و ملی زندگی کا مرکز و محور اور ان کی ذات سے صرف نظر کر کے اسلام کے باقی رکھنے کو خیال خام سمجھتے ہیں بلکہ آپ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو اپنی کل کائنات قرار دیتے ہیں۔ اس شعر میں محبت کی فراوانی اور شعوری وابستگی کے وفود کا اندازہ فرمائیں۔

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی

کشتی و دریا و طوفانم توئی

آپ کے دم قدم سے ایک ایسی امت وجود میں آئی جو مستقل بالذات اور قائم بررشتہ رسالت ہے۔

زادن او مرگ دنیائے کہن

مرگ آتش خانہ دیر و شمن

حیرت زاد از ضمیر پاک او

ایں منے نوشین چکید ز آب او

عصر نو کایں صد چراغ آورده است

چشم در آغوش او واکرده است

آمتے از ماسوا بیگانہ

بر چراغ مصطفیٰ ﷺ پروانہ

علامہ اقبال مثبت طور پر یہ امر ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ (عقیدہ) ختم نبوت کے بغیر ملت اسلامیہ کی وحدت اور مسلمانوں کی اخوت ناقابل عمل ہے۔ معاشرتی اعتبار سے رسالت کے بغیر ملت اسلامیہ اپنا مستقل وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔ لہذا انہوں نے نثر و نظم کے ذریعے جدید اسالیب میں اس حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ نئے تعلیمی اداروں کے پرورازان اور مغربی افکار سے آشنا افراد کے لیے محبت آمیز لہجے میں مجازی



راولپنڈی کے ایک مکان میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور اسلامی شعائر کے نام پر ہنگامہ کرنے پر علمائے کرام دینی حلقوں اور تاجر برادری میں غصے کی لہر دوڑ گئی ہے۔ واضح رہے کہ یہ مکان قادیانیوں نے راولپنڈی کے علاقے سیٹلائٹ ٹاؤن کے قریب ایک مکان کو اپنا مرکز بنا کے اس میں سرگرمیاں شروع کرنے کی کوشش کی تھی تاہم اہل علاقہ کی شکایت پر عدلیہ نے اس کی تعمیر کوادی۔

اس کے بعد قادیانیوں نے سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے E بلاک میں ہولی فیملی ہسپتال کے قریب مکان نمبر E-69 میں اپنی مذموم کارروائیوں کو وسعت دے دی ہے۔ مذکورہ مکان میں گزشتہ دس ماہ سے پُر اسرار سرگرمیاں جاری ہیں۔ علمائے کرام اور شہر کی تمام تاجر تنظیموں کے نمائندوں نے اپنے ایک مشترکہ اجلاس کے بعد 27 جنوری جمعہ کے روز کہا ہے کہ اگر قادیانیوں کو مسلمانوں کے رہائشی علاقے میں ایک رہائشی مکان کو عبادت گاہ کے طور پر استعمال کرنے سے نہ روکا گیا اور اس علاقے میں رہائش پذیر مسلمانوں کی مشکلات کا ازالہ نہ ہوا تو 29 جنوری کے احتجاجی جلسے کے بعد راولپنڈی شہر میں مکمل شرڈاؤن ہڑتال اور بھرپور احتجاج کیا جائے گا۔

مرکزی انجمن تاجران راولپنڈی کے صدر و آل پاکستان انجمن تاجران کے نائب صدر شاہد غفور پر اچہ کے مطابق ایک رہائشی مکان کو محلہ داروں کی مرضی اور حکومت سے این اوسی لیے بغیر عبادت گاہ کے طور پر استعمال کرنا ملکی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ اطلاعات کے مطابق سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کے ای بلاک میں ہولی فیملی ہسپتال کے قریب اقبال نامی شخص نے آٹھ نو سال قبل مکان نمبر E-69 خریدا تھا جس میں اس نے اپنے خاندان کے ہمراہ رہائش اختیار کی۔

روح مہیا کرنا ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ وہ خوئے دلنوازی سے تلخ ترین حقیقت کو شیریں بنا دیتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ ان بنیادی حقائق کو لطیف ترین انداز میں بیان کیا جائے اور وہ اس میں پوری حد تک کامیاب ہیں۔ انہیں قائدین ملت سے گلہ ہے کہ وہ صحیح طریق نہیں اپناتے۔ کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے

کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی میں یہ بات ثابت کرنا چاہتا تھا کہ علامہ مرحوم نے عقیدہ ختم نبوت ثابت انداز اور مؤثر طریق سے پیش کر کے احیاء دین کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

توحید و رسالت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کے بعد علامہ مرحوم ایک زبردست تہذیبی و عمرانی نتیجہ نکالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ملت کی اساس توحید و رسالت پر ہے اس لیے یہ امت دائمی ہے اور ختم نہیں ہو سکتی۔ کوئی نیا فلسفہ اور کوئی نئی شخصیت اس امت کے وجود کو ختم نہیں کر سکتی۔ مثنوی اسرار و رموز ہی میں ایک عنوان ہے۔

”در معنی این کہ چوں ملت محمدیہ مؤسس او توحید و رسالت است پس نہایت مکانی ندارد“ دوسرا عنوان ہے ”در معنی این کہ ملت محمدیہ نہایت زمانی ہم ندارد کہ دوام این ملت شریفہ موعود است“ قرآن پاک میں نبی کریم ﷺ کے لیے رحمۃ للعالمین ﴿کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ کے واضح الفاظ آئے ہیں۔ علامہ مرحوم حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کو زمان و مکان کی قیود و حدود سے ماورا سمجھتے ہیں اور اسی کا منطقی نتیجہ ختم نبوت ہے۔ اگر عقیدہ ختم نبوت مجروح ہو جائے تو لازماً آنحضور ﷺ کی نبوت کو زمان و مکان کی حدود و قیود میں پابند کرنا پڑے گا۔ علامہ مرحوم کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کی تہذیبی اساس ہے بلکہ وہ ملت کے وجود کے لیے جناب رسالت مآب ﷺ کو روح کی حیثیت دیتے ہیں۔



محلہ داروں کے مطابق تقریباً ایک سال قبل اس مکان پر لوگوں کا آنا جانا معمول سے کافی زیادہ ہو گیا جس پر ابتدا میں زیادہ توجہ نہ دی گئی۔ چند ہفتوں بعد مذکورہ مکان کے دونوں اطراف گلی میں بیریز لگا دیئے گئے اور مکان کے اندر سے گلی اور پڑوس کے گھروں تک اذان کی آواز آنے لگی۔ اگلے مرحلے میں گلی کو بھی بند کر کے اپنے اجتماع کا اہتمام سڑک پر کیا جانے لگا۔

آل پاکستان انجمن تاجران کے نائب صدر اور تاجران راولپنڈی کے صدر شاہد غفور پراچہ کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں 80 فیصد سے زائد مکانات تاجر برادری کی ملکیت اور ان کی رہائش گاہیں ہیں۔ ان میں سے چند ایک افراد نے اس عبادت گاہ کا حقیقی علم نہ ہونے اور سڑک پر مسلمانوں کے انداز میں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر اپنے تئیں نماز جمعہ بھی ان کے ساتھ ادا کر ڈالی لیکن جب اہل محلہ کو کچھ دنوں بعد اس مکان کے قادیانی عبادت گاہ میں تبدیل ہونے کا علم ہوا تو یہ لوگ شدید مشتعل ہو گئے اور انتظامیہ سے بھی رابطے کئے لیکن اب تک اس رہائشی مکان کو صرف رہائشی مقاصد کے طور پر استعمال کرانے کی غرض سے انتظامیہ نے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔ مذکورہ مکان (جو کئی کنال رقبہ پر محیط ہے) غیر قانونی طور پر انتظامیہ کی اجازت کے بغیر قادیانی عبادت گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

اطلاعات کے مطابق اس کے اطراف میں خفیہ کیمرے نصب ہیں، کلاشکوف بردار سیکورٹی گارڈز شفٹوں میں مسلسل مکان کے باہر ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ہر جمعہ کو قادیانی مرکز کے سامنے والی وسیع سڑک کو بند کر کے صفیں بچھا دی جاتی ہیں جو کہ علماء کرام کے مطابق بالکل غیر شرعی اور غیر قانونی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آئین و قانون کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہیں اور وہ اسلامی شعائر یعنی اذان، نماز اور مسلمانوں کا طریقہ عبادت اختیار کیا استعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن قادیانی راولپنڈی میں ملکی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ انہوں نے محلہ داروں کی اجازت کے بغیر اپنا مرکز قائم کر کے ملکی قوانین کا مذاق اڑایا ہے اور اسلامی شعائر کو اپنا کر آئین اور شرعی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس علاقے میں تمام رہائش پذیر افراد مسلمان ہیں۔ صرف قادیانیوں کا ایک یہی گھر ہے جو اب

قادیانیوں کا راولپنڈی میں مرکز بن گیا ہے۔ اس مرکز سے مسلمان بچوں کے ایمان اور ان کے گھروں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ قادیانی کم عمر بچوں کو اپنے جیسا مسلمان ظاہر کر کے ان کے ایمان کو بھی خراب کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور سڑک بند کر کے نماز جیسا طریقہ اختیار کرنا اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔

راولپنڈی شہر کے علماء اور تاجر گزشتہ کئی ماہ سے اس مسئلے کے حل کے لیے انتظامیہ سے رابطہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ انتظامیہ اس عبادت گاہ کو غیر قانونی تسلیم کرتی ہے لیکن دباؤ کی وجہ سے اس عبادت گاہ کے بند کرنے کی کارروائی کرنے سے قاصر ہے۔ تاجر رہنمائے کہا کہ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے اور اگر کوئی ایسی کارروائی عملی قدم نہ اٹھایا گیا تو ہم راست اقدام پر مجبور ہوں گے۔

ادھر علمائے کرام اور تاجر برادری نے اتوار کو اس قادیانی مرکز کے قریب چوک میں ہر جمعہ کو نماز کا پروگرام بنایا ہے۔ شاہد غفور پراچہ کے مطابق اس احتجاجی جلسے میں علماء کرام کے علاوہ شہر کے دیگر بھرپور انداز میں شرکت کر کے اپنے مذہبی جذبات کا اظہار کریں گے۔ اس جلسے کا مقصد انتظامیہ کی طرف اہم مسئلے کی طرف دلانا ہے۔

ممتاز تاجر رہنما شاہد غفور پراچہ کے مطابق بچوں کا ایمان غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ ہمارے بچے اور عورتیں اپنے گھروں تک سیکورٹی گارڈز کی نظروں کے سامنے سے بیریز کراس کر کے پہنچتے ہیں۔ مکان کے اندر سے ہمارے بچے اور عورتیں کی آوازیں ہمارے گھروں تک آتی ہیں۔ ہمارے بھی مذہبی جذبات ہیں، ہم نے اب تک صبر سے کام لیا ہے اگر ہم نے جذبات میں آکر کوئی قدم اٹھالیا تو اس کے سنگین نتائج نکلیں گے۔ اس لیے ہم پُر امن احتجاج کر کے انتظامیہ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتے ہیں کہ اس رہائشی مکان کو صرف رہائشی مقاصد کے طور پر محدود کرے اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا سلسلہ ختم کرائے۔



یا خدا بہر جناب مصطفیٰ امداد کن یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن
یا شفیع المدینین یا رحمۃ للعالمین یا امان الخائفین یا ملجئ المداہن

حقانیت اسلام

ہر مذہب کی بنیاد دو باتوں پر قائم ہے۔ پہلی یہ کہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جو ساری موجودات سے زیادہ قوت اور قدرت رکھتی ہے۔ اسی نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور دنیا کا سارا نظام حقیقت میں اسی کے قبضے میں ہے۔ وہ حاکم مطلق ہے۔ اس کے اوپر کوئی حاکم نہیں وہ سب پر حاکم ہے سب کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ وہ جلاتا بھی ہے مارتا بھی ہے۔ وہی پیدا بھی کرتا ہے وہی فنا بھی کرتا ہے۔ تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں۔ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی کوئی صورت اور شکل نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ ہی وہ کبھی پیدا ہوا ہے اور نہ کبھی مرے گا۔ وہ آج دنیا کے ذرے ذرے کی خبر رکھتا ہے۔ سب کچھ سنتا دیکھتا جانتا ہے مگر نہ اسے کان ہے، نہ آنکھ ہے، نہ دماغ ہے۔ وہ جسمانی اعضاء اور عوارض سے پاک ہے۔ اسی ذات کو ہم ”اللہ“ کہتے ہیں۔

دوسری یہ کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لیے کچھ مخصوص انسانوں کو جن لیا ہے جن کے پاس وہ براہ راست پہنچی اور فرشتوں کے واسطے سے بھی اپنا پیغام بھیجتا ہے انہیں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمان ہونے کے لیے اللہ عز و جل کو ماننا ضروری اور رسول کو بھی ماننا ضروری ہے۔

ماننے کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے ذریعہ اللہ عز و جل کا جو پیغام انسانوں تک آئے یا رسول جو کچھ فرمائیں ان سب کو دل سے سچا ماننے اور زبان سے ان کے سچے ہونے کا اقرار بھی کرے۔ رسول کی بات بلا چون و چرا تسلیم کرے۔

اللہ کی شان میں یا رسول کی شان میں کوئی گستاخی کا جملہ بولنا، ان کی تحقیر کرنا، ایمان نہیں کفر ہے۔

رسول جو اللہ کا پیغام لائے یا رسول نے جو کچھ بھی فرمایا اور یہ سب جن لوگوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ان سب کو سچا مسلمان، شریعت کا پابند، اللہ سے ڈرنے والا، رسول کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرنے والا نہ ہونا، دنیوی باتوں میں بھی سچا، راست باز، اعلیٰ گیر کٹر کا ماننا ضروری ہے۔

اللہ کے مخصوص پیغام کو قرآن کہا جاتا ہے اور رسول کے اقوال کو حدیث۔

جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ان سے تعلیم براہ راست حاصل کی۔ ان کے ہر معانی و مطالب بتائے وہ صحیح اور برحق ہیں۔ اس کے خلاف کوئی بات سننے کے لائق نہیں۔

اسی طرح جو عمل یا قانون صراحت کے ساتھ قرآن و حدیث میں نہیں ان کے بارے میں سچا اور تابعین اور اسی طرح آج تک کے معتمد علمائے کرام کا فیصلہ حق ہے۔ اسے قبول کرنا، ان پر عمل کرنا ہی ضروری ہے بشرطیکہ وہ قرآن و حدیث اور پہلے گزرے ہوئے بزرگوں کے قول اور فیصلے کے خلاف نہ ہو۔

جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی ایمان کی حالت میں زیارت کی اور آخر دم تک وہ ایمان پر قائم رہے وہ صحابی ہیں۔ جن لوگوں نے اسی تفصیل کے ساتھ صحابی کی زیارت کی وہ تابعی ہیں۔

چوں کہ قرآن و احادیث سے قانون بنانے کے لیے بہت اعلیٰ دماغ بھی چاہیے اور بہت زیادہ علم بھی چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے خدا ترس، متقی، پرہیزگار، مخلص سچا بھی ہونا چاہیے۔ اس لئے ہر شخص یا کم علم والے یا کم دماغ والے قرآن و حدیث سے قانون نہیں بنا سکتے۔ ان اعلیٰ صفات کے اور کمال کے بہت کم لوگ گزرے ہیں۔ ان کو مجتہد کہا جاتا ہے۔ ان میں چار بہت مشہور اور ممتاز ہیں۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، ان کو امام اعظم کہا جاتا ہے۔ یہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں انتقال کر گئے۔ ان کے ماننے والوں کو ”حنفی“ کہا جاتا ہے۔

دوسرے امام مالک بن انس یہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ ان کے مقلدین یعنی ماننے والوں کو ”مالکی“ کہا جاتا ہے۔

تیسرے امام محمد بن ادریس شافعی ہیں۔ یہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ یہ مصر

میں رہے تھے۔ ان کے مقلدین کو ”شافعی“ کہا جاتا ہے۔

پچھلے امام احمد بن حنبل ہیں۔ یہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ یہ بغداد کے باشندے تھے۔ ان کے مقلدین کو ”حنبل“ کہا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے مجتہدین ہوئے مگر ان لوگوں نے جو مسائل (قانون) قرآن وحدیث سے جانے وہ محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس لیے ان کے مقلدین نہیں رہے۔

اس وقت دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں تقریباً 95 فیصد مذکورہ بالا مجتہدین کے مقلدین ہیں۔ جن کو اہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے۔ ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اب کوئی مجتہد نہیں۔ اب پوری دنیا کے مسلمانوں کو انہیں چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ اس کی اجازت نہیں کہ کوئی از خود براہ راست قرآن وحدیث سے کوئی قانون بنالے۔ کیوں کہ اجتہاد یعنی قرآن وحدیث سے مسائل (قوانین) جانے کی کسی کو قدرت نہیں۔ نہ وہ دماغ ہے نہ وہ علم ہے اور نہ اتنی دیانتداری۔

حنبل، مالکی، شافعی، حنبلی چاروں عقیدے میں متفق ہیں۔ عقیدے میں کوئی اختلاف نہیں۔ سب کا عقیدہ ایک ہے۔ صرف عبادات اور اعمال کے طریقوں میں اور کچھ چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں معمولی سا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے سب سے پہلے خلیفہ وجائشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے خلیفہ برحق ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ان تینوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی خود خلیفہ تسلیم کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ ذی الحجہ ۳۶ھ تک مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر دنوں میں ”عبداللہ بن سبا“ نامی ایک یہودی نے تخریب کاری کے لیے بظاہر کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ بظاہر بہت بڑا نمازی، شریعت کا پابند، متقی اور پرہیز گار تھا اور ساتھ ہی ساتھ انتہائی چالاک اور عیار تھا۔ اس نے ایک خفیہ گروہ بنایا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکساتا رہا۔ جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

ان کی شہادت کے بعد مدینہ طیبہ میں جو ذی اثر اور بڑے بڑے صحابہ اور سردار تھے ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ ان کی خلافت کو تمام دنیا کے مسلمانوں نے تسلیم کیا۔ مگر شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہیں کیا اور ان کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لیا جائے اور جن لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا تھا انہیں سزا دی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ قاتلین مفرور ہیں اور ان کا صحیح پتہ معلوم نہیں کہ ان کا قاتل کون ہے؟ میں ان کا پتہ لگا رہا ہوں اگر وہ مل جائیں گے تو ضرور ان سے قصاص لوں گا۔

جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھر گھیرا تھا انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے محاصرہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ مشہور فتنہ پرور سازشی ”مروان بن حکم“ کو ہمارے حوالے کیا جائے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ حضرات مجرم نہیں۔ اس پر بات بڑھی اور ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت زبردست جنگ ہوئی۔ بعد میں حضرت معاویہ نے کہا کہ ہم قرآن کے حکم کے مطابق صلح چاہتے ہیں۔ اس پر لڑائی رک گئی پھر باہمی بات چیت سے یہ طے پایا کہ طرفین اپنا اپنا ایک نمائندہ مقرر کر دیں جو چھ مہینے تک عام مسلمانوں کی رائے معلوم کر لے۔ پھر مقام ”دومتہ الجندل“ میں فریقین اور ان کے نمائندے اکٹھے ہوں اور اپنا فیصلہ سنا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ دمشق چلے گئے اور حضرت علی کو قوآ گئے۔

اس اثناء میں خارجی فرقہ پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿ان الحكم الا لله﴾ فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ آپ نے قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کی اس لیے آپ خلافت کے لائق نہیں۔

ان لوگوں نے کوفہ کے قریب ”حرورا“ نامی جگہ پر ایک لشکر جمع کر لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان خارجیوں کو سمجھانے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا۔ انہوں نے ان خارجیوں سے کہا کہ قرآن مجید ہی میں ہے کہ جب میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو شوہر اپنا ایک نمائندہ بھیجے اور بیوی اپنا ایک نمائندہ مقرر کرے۔ دونوں بیٹھ کر جھگڑے کو طے کر لیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿فابعدوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا ان یریدا اصلاحاً یوفی اللہ بینہما﴾ ایک منصف مرد والوں کی طرف سے اور ایک منصف عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔ یہ دونوں اگر صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ (سورۃ نساء: 35)

اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم (منصف) بنانا قرآن کے خلاف نہیں۔ اس پر خارجیوں کے لشکر میں سے ہزاروں آدمی ٹوٹ گئے مگر جو شریک تھے وہ نہیں مانے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور انہیں بری طرح پسپا کر دیا۔ کچھ لوگ بھاگ گئے ورنہ سب مارے گئے۔

اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ۲۰ رمضان ۴۰ھ کو شہید کر دیئے گئے۔ اس اختلاف کے نتیجے میں مسلمانوں میں تین گروہ پیدا ہو گئے۔

☆ اول خارجی:

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ناحق مانتے تھے۔ حرورا کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگرچہ ان کا زور ختم کر دیا تھا مگر جو بچ گئے تھے وہ جہاں بھی تھے وہیں چپکے چپکے اپنی تحریک چلا رہے تھے۔

☆ دوسرے شیعان علی:

شیعان شیعہ کی جمع ہے جس کے معنی گروہ ہیں۔ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان کو خلیفہ

برحق مانتے تھے۔

☆ تیسرے عثمانی:

جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برحق مانتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بنیاد پر ناحق مانتے تھے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ نہیں لیا اور نہ ان کا گھر گھیرنے والوں کو سزا دیں۔

﴿عبداللہ بن سبا﴾

یہ ایک یہودی تھا جو صرف مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے مسلمان بنا۔ بظاہر بہت پکا مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ نماز، روزے کا بہت پابند تھا۔ برائیوں سے بالکل دُور رہتا تھا۔ اس کی وجہ سے مسلمان اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ کچھ لوگ میرے معتقد ہو گئے ہیں تو اس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تنقیدیں شروع کر دیں مثلاً یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سادے رہتے تھے اور معمولی غذا کھاتے تھے۔ ظاہری طور پر ان کی شان و شوکت کا کوئی سامان نہیں تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چوں کہ بہت بڑے کروڑ پتی تھے اس لیے ان کا لباس رہن سہن بہت اونچا تھا۔ عمدہ لباس پہنتے تھے۔

عبداللہ بن سبا نے چپکے چپکے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ پہلے کے دونوں بزرگ خلیفہ کس سادگی سے رہتے تھے اور یہ کس شان و شوکت سے رہتے ہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو امیہ کے فرد تھے۔ جس نے شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مخالفت کی تھی لیکن بعد میں سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ بنو امیہ کے لوگ بہت ذہین، ہوشیار اور حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے ملکوں کا حاکم بنایا۔ حضرت عمرو بن عاص کو مصر کا حاکم بنایا۔ حضرت یزید ابن ابیوسفیان کو شام کا اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے بھائی معاویہ بن ابیوسفیان کو ان کی جگہ شام کا والی بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں اپنے خاندان کے باصلاحیت لوگوں کو مختلف ممالک کا حاکم بنایا۔

عبداللہ بن سبا نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ یہ اقرباء پروری ہے۔ اس طریقے سے تنقیدیں کر کے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو شیعہ اجداد لوگوں کو ورغلا یا جس کے نتیجے میں ان کی شہادت ہوئی۔ اب جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا تب عبد اللہ بن سبا اور اس کے چیلوں نے اندر ہی اندر بہت آگ بھڑکائی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔ خارجی، شیعہ عثمانی جن کا ذکر اوپر ہوا۔

ابتداءً یہ گروہ صرف سیاسی تھا مگر عبد اللہ بن سبا اور اس کے چیلوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب تک عام مسلمانوں سے عقائد میں اختلاف نہیں کرو گے اور اپنے لوگوں کو یہ یقین نہیں کراؤ گے کہ عام مسلمان اصل اسلام سے ہٹ گئے ہیں تمہیں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوگی۔ اس کے نتیجے میں عام مسلمانوں کے خلاف سب سے پہلے خارجیوں نے کچھ عقیدہ بنایا۔ ایک اسلامی عقیدہ یہ تھا کہ انسان جب تک اسلام کے بنیادی عقیدوں کو ماننا رہے گا، مسلمان رہے گا اگرچہ اس سے کچھ گناہ ہو جائیں۔ گناہ کرنے کی وجہ سے کوئی کافر نہ ہوگا البتہ گنہگار اور فاسق ہوگا۔

خارجیوں نے اس کے برخلاف یہ عقیدہ بنایا کہ اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرے تو مسلمان نہیں رہتا بلکہ وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اسلام کے بنیادی عقیدوں کو حق مانے۔ اس کا فائدہ خارجیوں کو یہ ہوا کہ انہیں عام مسلمانوں سے لڑنے کا حق مل گیا۔ ابتداءً میں یہ فرقہ بہت زور پکڑ گیا تھا جن کے ساتھ عام مسلمانوں کی بڑی زبردست لڑائیاں ہوئیں بالآخر یہ زیر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد نیست و نابود ہو گئے۔

﴿رافضی یا شیعہ﴾

شروع شروع میں تو یہ لوگ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برحق مانتے تھے مگر عبد اللہ بن سبا اور اس کے چیلوں نے ان ایرانیوں کو جن کی ہزار سالہ حکومت حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے ختم کر دی تھی، کو یہ پٹی پڑھانی شروع کی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ ہونے کا حق صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے اعتبار سے قریبی تھے۔ ان کے چچا کے لڑکے بھی تھے اور داماد بھی۔ یہ بات ایران کے اصول کے مطابق

تھی کیونکہ ایران میں ایک بادشاہ کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوتا۔ بیٹا نہ ہوتا تو بیٹی ہوتی۔ جب ابن سبا اور اس کے چیلوں نے ایرانیوں کو یہ باور کرایا کہ خلیفہ ہونے کا سب سے پہلا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا تو اس نے پھر یہ سکھانا شروع کیا کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم غاصب تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق غصب کیا۔ ایرانی چونکہ دل سے ان تینوں حضرات سے کڑھتے تھے کہ ان تینوں حضرات نے ایرانیوں کی ہزار سالہ حکومت ملیا میٹ کر دی ہے۔ اس نے اسے بڑی آسانی سے قبول کر لیا۔

ایرانی چونکہ ایک بہت چالاک قوم تھی اس لئے کھل کر سامنے آنے کے بجائے بہت پوشیدہ احتیاط کے ساتھ اپنی اس تحریک کو چلایا۔ اس کے لئے انہوں نے دو بنیادی قاعدے بنائے۔ ایک ”کتمان“ یعنی اپنے عقیدے کو چھپائے رکھنا اور جب تک مکمل اعتماد نہ ہو جائے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ دوسرا ”تقیہ“ کہ اپنے عقیدے کے خلاف ظاہر کرنا۔

رافضی اور شیعہ کی بنیاد یہی چیز ہے۔ پھر بعد میں چالاک ایرانیوں نے اپنے مذہب میں بہت سی باتیں داخل کر لیں مثلاً یہ کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قیامت تک آنے والے بارہ اماموں کو امام برحق نہ مانے۔ قرآن مجید کو پہلے والے تینوں خلفاء نے گھٹا دیا ہے۔ حضرت علی اور بارہ ائمہ کے بارے میں جو آیتیں تھیں ان کو نکال دیا۔ اس قرآن میں بھی بہت کچھ رد و بدل کیا، ترتیب بدل دی۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے نئی نئی ہزاروں حدیثیں گڑھ لیں اور اس سلسلے میں بہت موٹی موٹی کتابیں لکھیں۔

پہلے دور میں خود ان میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جو آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے تھے پھر بعد میں اثناء عشری یا امامیہ نام سے ان کی اکثریت متفق ہو گئی۔ ان کے بیسیوں فرقے ناپید ہو گئے۔ روافض یا شیعہ کے اب چار فرقے موجود ہیں۔

☆ امامیہ اثناء عشریہ: ایران، عراق، ہندوستان، پاکستان وغیرہ میں غالب اکثریت اس فرقے کی ہے۔

☆ نصیری:

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتے ہیں۔ بنیادی طور پر اور دیگر عقائد و عملیات میں تمام شیعوں سے مختلف ہیں۔ یہ فرقہ آج کل شام میں بہت زور پکڑے ہوئے ہے۔ شام کے صدر اسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ تفصیلی:

یہ دیگر عقائد اور عملیات میں اہل سنت کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں مگر ان کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ حتیٰ کہ تینوں خلفاء سے افضل ہیں اور خلافت کے مستحق، لیکن جب خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفاء کو مان لیا تو وہ تینوں خلیفہ برحق ہو گئے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تہمتیں کرتے یعنی انہیں گالیاں نہیں دیتے۔

☆ داؤدی بوہرے:

یہ دیگر شیعوں سے بہت سے عقائد اور اعمال میں مختلف ہیں مگر یہ اپنے عقیدوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ دوسروں کو ہوا بھی نہیں لگ پاتی۔

ان چار کی علاوہ شیعوں کی محدود پارٹیاں اور بھی ہیں مثلاً 'آغا خانی'، 'خوجہ'، 'بابی'۔ یہ بہت محدود ہیں اور اپنے عقائد کو خفیہ رکھے ہوئے ہیں۔

﴿معتزلہ﴾

اہل سنت کے مخالف فرقوں میں معتزلہ دیگر فرقوں کے بہ نسبت تعداد میں بھی زیادہ رہے اور کئی صدی تک باقی رہے۔ ان میں بہت نامور اہل علم اور صاحب تصنیف اور ذی اثر افراد گزرے ہیں۔ ان کا زور اتنا بڑھا کہ بنی عباس کے بہت سے شہنشاہوں نے بھی ان کا مذہب قبول کر لیا۔ مثلاً 'مامون'، 'متوکل'، 'معتصم' وغیرہ۔ یہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔

علامہ جبار اللہ زمخشری تفسیر کشاف کے مصنف، ابویقوب رسا کی مفتاح العلوم کے مصنف، جاحظ وغیرہ

جیسے علم و فضل والے معتزلی تھے۔ اس فرقے کی بنیاد دوسری صدی ہجری کے اوائل ہی میں پڑ گئی تھی۔ اس فرقے کا بانی واصل ابن عطاء متوفی ۱۳۱ھ / ۷۴۸ء تھا۔ یہ بہت سے عقائد میں اہل سنت کے مخالف ہیں۔ چند اختلافات یہ ہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مومن ہو گیا یا کافر، بیچ میں کوئی درجہ ایسا نہیں کہ ایک شخص نہ مومن ہے نہ کافر اگرچہ وہ کتنا ہی گناہ کرے۔ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو مسلمان گناہ کرے وہ نہ مومن ہے نہ کافر وہ بیچ کے درجے میں ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ بندے کا سب ہیں۔ بندوں کو یہ قوت ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں مگر ان افعال کو پیدا اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندے اس کے کاسب ہیں۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں، اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر انسان کے مرنے کے بعد ایک زندگی ہوتی ہے جس کو برزخی زندگی کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسانی مٹی ہو جاتا ہے اسے کسی قسم کی کوئی زندگی نہیں ملتی۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں مومن اور نیک انسانوں کو انعام ملتا ہے۔ ان کے لیے جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، جنت کے پھول بچھادیے جاتے ہیں۔ کافر اور کچھ گنہگاروں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ قبر کا انعام اور عذاب باطل ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جنتیوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ محال ہے۔ اس قسم کے بہت کثیر اختلافات ہیں۔ یہ فرقہ صدیوں تک رہا مگر علمائے اہل سنت کے دلائل اور ان کی کوششوں سے اب نیست و نابود ہو گیا۔ لیکن معتزلہ فرقے کی کچھ باتیں اس وقت کے کچھ فرقوں نے اختیار کر لی ہیں۔

﴿قدریہ﴾

یہ فرقہ صحابہ کرام کے اخیر دور میں پیدا ہو چکا تھا۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر تھا۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ

عز وجل اپنے ازلی قدیم علم سے ہر بندے کے بارے میں جانتا تھا کہ مومن ہوگا یا کافر، نیک ہوگا یا بد، امیر ہوگا یا غریب وغیرہ۔ اسی کے مطابق اس نے لوح محفوظ میں فرشتوں سے لکھوا دیا۔ لوح محفوظ ایک بہت بڑا دفتر سمجھ لیجئے۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے یا قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے اس میں ردو بدل نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اسی کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس کے خلاف ہونا محال ہے۔ قدر یہ اس کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی صلاحیت، اپنی محنت اور اپنی کوشش سے ترقی کرتا ہے یا اس میں کمی کی وجہ سے تنزلی پاتا ہے۔ امیر ہوتا ہے یا غریب ہوتا ہے، مومن ہوتا ہے یا کافر ہوتا ہے۔ ہر حال میں اس کی محنت و کوشش ہی کو دخل ہے۔

﴿جبریہ﴾

یہ فرقہ بھی پہلی صدی ہجری کے اخیر میں پیدا ہو چکا تھا۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اگرچہ اللہ عز وجل تمام بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق ہے مگر اس نے بندوں کو کچھ قدرت اور اختیار بھی دے رکھا ہے۔ اس نے انسان کو سمجھ دی، پڑھنے لکھنے کی قوت دی، اچھے برے کے پرکھنے کی قوت دی اور پرکھنے کے لئے عقل دی۔ انسان کے اعضاء میں حرکت کی قوت دی۔ انسان اپنی صوابدید سے مذہب اختیار کرتا ہے۔ چلتا پھرتا ہے، وہ چاہے تو مسجد میں نماز کے لئے جائے، وہ چاہے تو شراب خانے میں شراب پینے کے لئے جائے۔

اس کے برخلاف جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے۔ جس طرح (رعشہ) کچکی والے ہاتھ پاؤں سر وغیرہ بے اختیار ہلتے ڈولتے ہیں حالانکہ رعشہ کا مریض انہیں ہلانا نہیں چاہتا اسی طریقے سے ہر بندہ مجبور محض ہے وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا۔

﴿مرجیہ﴾

یہ فرقہ بھی دوسری صدی ہجری میں پیدا ہو چکا تھا۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اسلام کی بنیادی باتوں کو حق مانے اس کے باوجود کوئی گناہ کرے تو وہ جہنم کا مستحق ہے۔ اپنی گناہ کی سزا میں وہ کچھ دن جہنم میں رہے گا مگر یہ کہ اللہ عز وجل اسے معاف فرما دے۔ اس کے برخلاف مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کو گناہ

کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

﴿قرامطہ﴾

عراق کے مشہور شہر واسط میں ایک بہتی قرامطہ ہے۔ وہاں ۲۵۸ھ میں محمد بن ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس کا بھی اصل رشتہ اسماعیلی رافضیوں سے تھا۔ اس کا یہ کہنا تھا۔ یہ بہت خطرناک فرقہ تھا۔ یہ خفیہ خفیہ اپنی تحریک چلاتا تھا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، قرآن و احادیث کے وہ معانی بتاتا تھا جو ظاہر کے بالکل خلاف اور ایچ بیج سے ثابت ہوتے تھے۔

مثلاً وضو کے معنی امام وقت کی محبت بتاتا تھا اور تیمم کا معنی یہ بتاتا تھا کہ امام سب کا رب ہو، اس کی اطاعت میں کچھ کچھ ڈھیل دی جائے۔ زکوٰۃ کے معنی یہ بتاتا تھا کہ جو باتیں دین کی ہیں انھیں پاؤں کر اپنی ذات کو صاف و ستھرا رکھا جائے۔ یہ فرقہ بہت زور پکڑ گیا تھا۔ حجاج کو لوٹنا تھا۔ مکہ منظر پر تھا اس کا کہہ شریف کا وہ مقدس پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں اکھاڑ کر لے گیا تھا۔ اس کے آدمی تقیہ کر کے ہجرت کرتے تھے۔ مشائخ اور حکام کے یہاں رسوخ حاصل کرتے پھر انہیں ختم کر دیتے لیکن پھر ایک ہی صدی میں سلاطین اسلام نے ان کو بالکل ہی ختم کر دیا۔

﴿نجیدی﴾

یہ فرقہ بارہویں صدی کے اخیر اور تیرہویں صدی کے اوائل میں ظاہر ہوا۔ اس فرقے کا بانی محمد بن عبد الوہاب نامی ایک شخص ہے جو نجد کی ایک بہتی عینہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے باپ دادا بھی مریدی کرتے تھے جس کی وجہ سے اس کے خاندان کا نجد میں کافی اثر تھا۔ اس نے درعیہ کے حاکم محمد بن مسعود سے اپنی لڑکی بیامی اور اس کو اپنا بنایا۔ پھر اس کو ساتھ لے کر تلوار کے زور سے اپنے فرقے کو پھیلاتا شروع کیا۔ پہلے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے علاقوں کو زیر کیا پھر نجد سے حجاز تک قابض ہو گیا۔

اس وقت حجاز پر ترکوں کی حکومت تھی۔ مگر ان دنوں ترک برطانیہ، جرمنی کے ساتھ جنگ میں الجھے ہوئے تھے اس لئے ابن سعود نے آسانی سے حجاز پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے ہزار ہا باشندوں کو قتل کیا۔ پھر

جب ترکوں کو اطمینان ملا تو ترکوں نے ان کو حجاز ہی نہیں بلکہ نجد سے بھی نکال باہر کیا۔ پھر 1814ء کی جنگ کے بعد ترک اپنے محد و علاقے میں رہ گئے اور حجاز، شام، مصر وغیرہ کے لوگوں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں تو برطانیہ کی امداد سے عبدالعزیز بن سعود نے پھر پورے نجد و حجاز پر قبضہ کر لیا اور ترکوں کو نکال باہر کر دیا۔ ان کو ”وہابی“ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی مذہبی بنیادی کتاب ”کتاب التوحید“ ہے جو ابن عبد الوہاب نجدی نے لکھی ہے۔ اس فرقے کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

① سوائے ان (وہابیوں) کے پوری دنیا کے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ ان سے جہاد کرنا، ان کو قتل کرنا، ان کے ملکوں کو لوٹنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

② اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو یہ قوت بخشی ہے کہ لوگوں کی مدد کریں۔ یہ قوت انہیں زندگی میں بھی حاصل ہے اور فوت ہونے کے بعد بھی حاصل رہتی ہے۔ نجدی وہابی یہ کہتے ہیں اللہ عز و جل کے علاوہ کسی نبی، ولی سے مدد مانگنا شرک ہے۔

③ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء قیامت کے دن گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ وہابی نجدی شفاعت کے منکر ہیں۔

④ تمام اہل سنت و جماعت میلاد و فاتحہ عرس وغیرہ کرتے ہیں۔ وہابی، نجدی ان سب کو حرام و گناہ کہتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا فرقوں کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے فرقے پیدا ہوئے جو محدود دائرہ میں رہ کر چند دن کے بعد فنا ہو گئے۔

﴿ہندوستان کے موجودہ فرقے﴾

﴿وہابی﴾

یہ فرقہ ہندوستان میں نجد سے آیا۔ اس کی بنیاد محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ پر ہے۔ ہندوستان اس فرقے کے بانی اسماعیل دہلوی بن عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی گیارہویں صدی کے آخر میں ہندوستان کے بہت زبردست عالم اور بہت بڑے پیر بھی تھے۔ ان کا اثر پورے ہندوستان بلکہ ہندوستان کے باہر بھی تھا۔ انہیں کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں جو دہلی کے بہت بڑے مرکزی عالم تھے۔

اسماعیل دہلوی چونکہ شاہ ولی اللہ کا پوتہ اور شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا اور شاگرد بھی تھا۔ عوام میں بزرگ پرستی عام ہے جس کے نتیجے میں اپنے استاذ اور پیر کی اولاد کو پیروں کی طرح ماننے کا جذبہ موجود ہے اسی وجہ سے اسماعیل دہلوی کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد دہلی اور اس کے علاقوں میں موجود تھی۔

ان کے والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، اس لئے ان کی کما حقہ تربیت نہیں ہو سکی۔ ساتھ ہی ساتھ فطری طور پر منچلے، شوخ اور نئی نئی باتوں کے گرویدہ تھے۔ یہ دور وہ تھا کہ مغلیہ سلطنت دم توڑ رہی تھی۔ انگریز پورے طور پر اس کو اپنی منگی میں لے چکے تھے۔ صرف دہلی پر مغل شہنشاہ کی حکومت رہ گئی تھی وہ بھی برائے نام۔ ان کی حیثیت انگریزوں کے وظیفہ خوار کی تھی۔ پورے پنجاب پر سکھ قابض ہو چکے تھے البتہ پشاور اور سرحد کے لوگ آزاد تھے۔ مولوی اسماعیل کے اندر بادشاہ بننے کا خبط پیدا ہوا۔ انہوں نے پہلے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”تقویۃ الایمان“ رکھا۔ اس میں انہیں عقائد کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جو ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ میں ہے۔

ان عقائد کو پھیلانے کے لیے مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائیں۔ ایک یہ کہ اللہ ہی کو مان، اوروں کو مت مان۔ اوروں کو ماننا خبط ہے۔ دوسرا یہ کہ قرآن مجید سمجھنے کے لیے بہت زیادہ علم کی ضرورت نہیں۔ عربی زبان جان لینا کافی ہے۔ اس لیے ان کو زیادہ دین کا علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے وہ یہ فائدہ حاصل کرتا تھا کہ ہر عربی داں خود قرآن مجید کو سمجھے۔ قرآن مجید کے وہ معانی و مطالب جو صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں نے بتائے ہیں ان کو ماننے کی ضرورت نہیں۔

تقویۃ الایمان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں بہت سے نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً وہ ذرہ ناچیز سے کم تر ہیں۔ عاجز و نادان ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے بڑے

بھائی کی طرح ہیں۔ بلکہ یہ بھی ایک جگہ لکھ دیا کہ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے پتھر سے بھی ذلیل ہے۔ ایک جگہ لکھ دیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھا وہ مرکز مٹی میں مل گئے۔

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام قیامت کے دن اللہ عز و جل کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے۔ اسماعیل دہلوی نے جگہ جگہ اس کا بھی انکار کیا۔ تقویۃ الایمان کے بارے میں خود ان کا اپنا خیال تھا اس سے شورش ہوگی، لڑائی اور جھگڑا ہوگا۔ چنانچہ ان کے اس گمان کے عین مطابق تقویۃ الایمان کے شائع ہونے کے بعد لڑائی، جھگڑا اور شورش شروع ہوئی۔ اس وقت کے تمام علمائے اہل سنت نے اس کا رد لکھا۔

خود ان کے بھتیجے مولانا موسیٰ، مولانا مخصوص اللہ نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا، جس کا نام ”معید الایمان“ ہے۔ اس زمانے میں دہلی کے سب سے بڑے عالم علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ نے بھی اس کا رد لکھا جس کا نام ”تحقیق الفتویٰ“ ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے حادثے میں دہلی اور لکھنؤ دونوں جگہ انگریزوں سے باقاعدہ جنگ کی، جس کی سزائیں جزیہ، انڈومان جلاوطن کر دیے گئے۔ وہیں ان کا انتقال بھی ہوا، وہیں ان کا مزار بھی ہے۔ اس وقت کے علمائے اہل سنت کی متحدہ مخالفت کے نتیجے میں اسماعیل دہلوی کا مذہب ”وہابیت“ پتھر نہ سکا اور محدود دائرے میں رہ گیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد انگریزوں سے اجازت لے کر سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک چلائی۔ اس کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا۔ جہاد کے نام پر مولوی اسماعیل کے ساتھ ایک بھیڑ جمع ہو گئی اور یہ اس بھیڑ کو لے کر صوبہ سرحد پہنچے۔ وہاں اس وقت مختلف سرداروں کی منتشر حکومتیں تھیں۔ سرحد کے جن سرداروں نے ان کا مذہب قبول کیا ان کو اپنے ساتھ لیا ورنہ انہیں تباہ و برباد کیا۔ یہاں تک کہ وہاں کے کچھ سردار جن کی سکھوں سے مسلسل جنگ چلی آرہی تھی، وہ مولوی اسماعیل سے بچنے کے لیے سکھوں کے ساتھ مل گئے، جن

کے نتیجے میں مولوی اسماعیل بالاکوٹ میں قتل کر دیئے گئے۔

﴿غیر مقلد﴾

دہلی میں کچھ لوگوں نے وہابی تحریک کو قبول کر لیا تھا، جن میں نذیر حسین دہلوی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے طور پر فری (بلا معاوضہ) حدیث پڑھانا شروع کیا اور اپنے شاگردوں کو وہابیت کی تلقین کی۔ جو عقائد نجدی وہابیوں کے تھے وہی عقائد ان کے بھی تھے۔ بنیادی طور پر انہوں نے اپنے شاگردوں کو یہ سمجھایا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ نے قرآن و احادیث سے جو مسائل نکال کر فقہ کی کتابوں میں لکھے ہیں وہ اکثر غلط ہیں۔ حدیث کی کتابیں موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم براہ راست قرآن و احادیث سے مسائل نکالیں۔ یہ لوگ خود کو ”اہل حدیث“ کہتے ہیں۔

عرف عام میں انہیں ”غیر مقلد“ کہا جاتا ہے۔ ان سے اہل سنت کا سینکڑوں مسائل میں اختلاف ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

﴿دیوبندی﴾

اسماعیل دہلوی سے متاثر ہو کر کچھ لوگ عقیدے میں اس کے ساتھ تھے لیکن عملی طور پر وہ اپنے آپ کو حنفی کہتے تھے۔ یعنی عملیات میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد تھے اور تقلید کو واجب جانتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں سے نانوتہ ضلع سہارن پور کے مولوی قاسم نانوتوی نے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد دیوبند میں ایک مدرسہ کو دارالعلوم بنانے کی تحریک چلی جو وہاں کے مقامی لوگوں نے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ دیوبند کی ایک مسجد جس کا نام ”مچھتہ کی مسجد“ ہے میں قائم ہوا تھا۔ جب مدرسہ جم گیا تو مولوی محمد قاسم دیوبند پہنچ گئے اور مدرسے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ اس مدرسے میں مولوی اسماعیل دہلوی اور عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی تعلیم دینے لگے۔ ادھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے وطن گنگوہ میں خانقاہ قائم کر لی اور چیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس طرح وہابیت کی دوسری شاخ وجود میں آئی۔

یہ لوگ تمام عقائد میں وہابیوں کے ہمنوا ہیں۔ دیوبندی اور غیر مقلدین میں عقیدے کے اعتبار سے

کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے تو صرف یہ کہ غیر مقلد کسی امام کی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور دیوبندی تقلید کو واجب جانتے اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ غیر مقلد پیری مریدی کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور دیوبندی بہت دھوم سے پیری مریدی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا اہل سنت سے عقیدے کا اختلاف یہ ہے۔

تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء خصوصاً حضرت محمد ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا اور دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

تمام اہل سنت میلادِ نبیائے عرس فاتحہ کرتے ہیں اور دیوبندی اس کو حرام و بدعت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے بہت سے اختلافات ہیں۔ دیوبندیوں کے مزید عقائد یہ ہیں۔

① رسول اللہ ﷺ اس معنی میں خاتم الانبیاء نہیں کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ اگر آپ ﷺ کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ بدستور خاتم الانبیاء ہیں۔ (تحذیر الناس)

② شیطان کا علم رسول ﷺ سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ)

③ رسول اللہ ﷺ ایسا علم غیب ہر زید، عمر، بکر، ہر صبی (بچہ، مجنون، پاگل) جمیع حیوانات (جانوروں) بہائم (چوپایوں) کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان)

④ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ ہر کام جو بندے کر سکتے ہیں وہ بھی کر سکتا ہے۔

﴿نیچری﴾

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں انگریزوں سے بہت قریب تھے اور انگریزوں سے کافی متاثر بھی۔ انگریزوں نے اسلام پر جو اعتراضات کیے ہیں ان سے متاثر ہو کر انہوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ آپ مذہب کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ جو باتیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اگر ہماری نیچر (فطرت) قبول کرنے تو مانیں ورنہ ان کے ایسے معانی بیان کریں جسے ہماری نیچر قبول کرے۔ مثلاً ﴿فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ چیزوں میں جو قدرتی خیر کی قوت ہوتی ہے انہیں کا نام فرشتہ ہے﴾

﴿جنت کوئی گھر نہیں جو بطور انعام مسلمانوں کو ملے گا بلکہ اپنی نیکیوں پر خوش ہونے کا نام جنت ہے۔ دوزخ کسی جگہ کا نام نہیں بلکہ اپنی برائیوں پر کڑھنے کا نام دوزخ ہے۔﴾

انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی جس میں ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے زمانے میں تمام مسلمانوں نے ان سے عقیدے کی بنیاد پر بیزاری ظاہر کی۔ جس کے نتیجے میں کچھ فرقہ منظم نہیں ہو سکا، پھر بھی ہزاروں مسلمان کہلانے والے انہیں کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔

﴿قادیانی﴾

(بھارتی) پنجاب ضلع گرداسپور میں ایک ہستی قادیان ہے۔ وہاں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔ اس نے مولوی محمد قاسم دیوبندی کی کتاب ”تحذیر الناس“ پڑھ کر یہ سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر لیا کہ میں ظلی اور پردی نبی ہوں۔ مزید یہ کہا کہ حدیثوں میں جو آیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم قیامت کے قریب آئیں گے وہ میں ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی مسلمانوں کے خلاف عقیدے ایجاد کیے۔ چوں کہ وہ آدمی بہت چالاک تھا اس لیے اس نے زیادہ تر انگریزی داں طبقہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس نے اپنی تحریک کو چلایا۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان کے ہزاروں آدمی قادیانی ہو گئے اور اب بھی موجود ہیں۔

﴿اہل قرآن﴾

ایک شخص عبد اللہ نامی پیدا ہوا۔ یہ عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کا بہت زبردست ماہر تھا۔ اس نے یہ کہا کہ احادیث معتبر نہیں۔ اس لیے آج جو حدیث کی کتابیں ملتی ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ایک صدی گزرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ یہ کتابیں لکھنے والے سب ایرانی ہیں جنہوں نے اپنے دل سے گڑھ کر حدیثوں کے دفتر تیار کیے۔ ہاں! قرآن مجید محفوظ ہے۔ ہم صرف قرآن کو حق مانتے ہیں۔ جو کچھ ہمیں قرآن سے سمجھ میں آئے وہی عقیدہ رکھیں گے اور اسی پر عمل کریں گے۔ حدیثوں کا اور علمائے اسلام نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی اشیاء نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ بجائے پانچ وقت کے صرف دو وقت نماز پڑھتے

ہیں۔ ان کی نماز کا طریقہ بھی عام مسلمانوں سے الگ تھلگ ہے۔ اس فرقے کے لوگ بہت تھوڑے کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔

﴿مودودی﴾

اس فرقے کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو جماعت اسلامی کہتے ہیں۔ یہ فرقہ بھی حقیقت میں وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ یہ لوگ بھی تمام دیوبندیوں کی طرح ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں۔ ابن عبدالوہاب کی کتاب ”کتاب التوحید“ اور اسماعیل کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کو اپنے مذہب کی بنیادی کتاب مانتے ہیں۔ مزید برآں ان کا اختلاف غیر مقلد اور دیوبندیوں سے بھی بہت سی باتوں میں ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی صحابہ کرام کی شان میں بہت گستاخ ہے۔ اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں انہوں نے صحابہ کرام پر بے جا ناروا حملے کیے ہیں۔ نیز قرآن مجید کے بعض قوانین میں ترمیم کے بھی حامل ہیں۔ مثلاً چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنا یا زنا کی سزا میں سنگساری کرنا۔ اگرچہ وہ یہ ترمیم محدود دائرے میں چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا اختلاف دیوبندیوں سے بھی ہے اور غیر مقلدین سے بھی ہے اہل سنت سے تو ہے ہی۔ انہوں نے بھی انگریزی طبقہ کو زیادہ تر اپنا ہم نوا بنایا ہے۔ اس وجہ سے یہ جماعت بہت منظم اور مضبوط ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت خواہ وہ عوام ہوں یا علماء و مشائخ سب ان سے بے زار ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، سوائے ایک کے سب جہنم میں جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک اتنے فرقے ہوں گے اور اس سے مراد بنیادی فرقے ہیں۔ وگرنہ بنیادی فرقوں کی شاخوں کو لیا جائے تو اب تک بہت سے زائد ہو چکے ہیں جن میں اکثر فنا ہو گئے۔



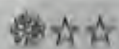
اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ



ہر جگہ اُن کی حکومت، جا بجا ہے اُن کا راج
حق تعالیٰ جانتا ہے اُن کی عظمت کی حدود
بڑھ رہا ہے دم بدم ذکر شہ کون و مکاں ☆
زیست بھر بے خود ہیں گے ان کے ذکر پاک سے
سر پہ ہو سایہ فلک خاک گزر گاہ رسول ☆
ہے نظام مصطفیٰ ☆ میں امن عالم کی بقا
چاہتے ہو خیر تم گر ارض پاکستان کی
عزت و ناموس آقا ☆ کی حفاظت دین ہے
واصف شاہ حدی احمد رضا ☆ کے فیض سے
اہل سنت ہیں ازل سے داعی عشق نبی ☆
پھر سے ہے درپیش عشق مصطفیٰ ☆ کو معرکہ
مکریں کے دین سے ہم کو نہیں ہے کچھ غرض
ہم ازل سے حرمت آقا ☆ پہ سو جاں سے نثار

دیکھتے مجھ پر سے اپنی نسبت کا ثبوت

دہر میں پھیلائے حسن دوام مصطفیٰ ☆





عام تجربات اور روزمرہ کے مشاہدات کی روشنی میں بے جھجک اور بے خوف و خطر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں جب بھی سچ اور جھوٹ، حق اور باطل، امانت اور خیانت، سعادت اور شقاوت، شرافت اور رذالت، لطافت اور کثافت اور اطاعت و بغاوت کی آویزش ہوئی ہے تو فتح سچ کی ہوئی ہے جھوٹ کی نہیں، حق کی کر نیں چمکی ہیں باطل کی نہیں، امانت کا ڈنکا بجا ہے خیانت کا نہیں، سعادت نے سر پر تاج رکھا ہے شقاوت نے نہیں، شرافت کا نقارہ بجا ہے رذالت کا نہیں، لطافت نے دل و دماغ کے گوشوں میں جگہ پائی ہے کثافت نے نہیں اور اطاعت سر بلند اور سرفراز ہوئی ہے بغاوت نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سچائی، حق، امانت، سعادت، شرافت، لطافت اور اطاعت ہی بنی آدم کا طرہ امتیاز ہے۔ خود خالق عالم بھی اس کے ان اوصاف سے متصف ہونے پر فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ اور جب ذرا آگے بڑھتے ہیں تو پھر یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قدرت نے تخلیق انسانی کو ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ سے سرفراز کرتے ہوئے ساری مخلوقات پر فوقیت دے کر اسے واضح کر دیا کہ حسن خلق کا پیکر سوائے اولاد آدم کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔

اہل علم اور اہل دانش کے علاوہ کسی اجڈ جاہل اور گنوار آدمی سے بھی اگر یہ پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے کس کا درجہ بلند ہے؟ تو یقیناً جانیے وہ دماغ پر زور ڈالے بغیر بڑی آسانی سے کہہ دے گا ”آدمی“۔ کیونکہ وہ اپنی فکر و نظر کی تمام سمتوں میں جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر نظر ڈالتا ہے تو اسے سوائے آدمی کے اور کوئی بھی اس سے اعلیٰ اور افضل دکھائی نہیں دیتا۔

دین فطرت کے داعیان علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ دعوت میں انسانوں کو خلق و مروت کا

پیکر بننے اور انسانی عظمت اور وقار کے سمجھنے اور اس سمجھ کے بعد اسے برقرار رکھنے کے لئے ہی فکری، نظری اور عملی تعلیم دی، جنہوں نے ان کا کہنا مانا وہی صحیح معنوں میں اس انسانی معاشرہ کے افراد کہلائے اور وئیائے ان کی پیروی کی۔

جب منصب نبوت کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی ذات والا صفات سے سرفرازی ملی تو اس پیکر خلق عظیم نے سب سے پہلے ”اللہ“ کا تصور اس طرح کرایا کہ وہی سب سے بزرگ اور برتر ہے۔ وہی سکھوں کا خالق ہے اور ایک نہ ایک دن اسی کے پاس جاتا ہے۔ اس لئے نظام حیات ایسا ہو جس میں نہ تو انسانوں کی ذات پات، رنگ، نسل، ملک اور قوم کی کوئی قید ہو اور نہ ہی ان کی آزادی میں غلامی کا شائبہ بھی آسکے بلکہ صحیح معنوں میں ”مساوات“ رہے۔ چاہے ان کا شہری حق ہو یا سیاسی ہو یا معاشی! اس نظام حیات کا تقاضا اور مقصد وحید صرف انسانیت کی فلاح و بہبود ہونا چاہیے۔

چنانچہ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ (اسلامی) نظام حیات کا کوئی گوشہ ان خصوصیات سے خالی نہیں ہے۔ انسانوں کے شہری، سیاسی اور معاشی حقوق چاہے ذاتی یعنی انفرادی ہوں یا اجتماعی، ہر ایک کی روح وہی انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ ہاں اگر کوئی شرط ہے تو یہ دائرہ ”اعتدال“ سے باہر نہ ہو۔

مثال کے طور پر یہ تو سمجھی جانتے ہیں کہ ایمان بالغیب کے بعد نماز کا درجہ ہے اور اسی بنا پر اسے ﴿عماد السدین﴾ کہا گیا ہے۔ مگر یہ حکم نہیں ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے صرف نماز ہی میں مشغول رہیں بلکہ فرمان ہے ﴿ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا﴾ روزوں کے لیے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ ہے باقی میں کھانے اور پینے کے لئے عام اجازت ہے ﴿کلوا واشربوا﴾ کہ ساری حلال چیزیں کھاؤ پیو مگر ﴿ولا تسرفوا﴾ یعنی اسراف نہ کرو۔ اسی طرح صدقہ اور خیرات کا حکم ہے مگر ﴿ولا تبسطھا کل البسط﴾

اسی طرح اور دوسرے اوامر کے متعلق بھی ہے مگر ہر ایک کے لئے ”اعتدال“ کی قید لگی ہوئی ہے جس کی غرض صرف یہی ہے کہ اسلام کا تصوراتی اور اجتماعی نظام درہم برہم نہ ہونے پائے اور ہر فرد اپنی علمی، عقلی،

ذہنی اور جسمانی طاقتوں اور صلاحیتوں کا پورے طور سے استعمال کرے۔

اسلام کے معاشی نظام میں ایسی سرمایہ داری (اپنی ضرورت سے فاضل پنچھی ہوئی دولت) جس کے حصول میں حرام اور ناجائز ذرائع مثلاً سود، سودا، احتکار (ضرورت کی چیزوں کو اس لئے روک رکھنا کہ ان کی قیمتیں بڑھ جائیں) بددیانتی اور بے ایمانی وغیرہ کے ذرائع استعمال نہ کئے گئے ہوں تو وہ بالکل جائز ہے۔ اسلام کبھی بھی ایسی سرمایہ داری کے خلاف نہیں۔ لیکن یہاں پر یہ بھی یاد رہے کہ اسلامی سرمایہ دار کا ”سرمایہ“ جوں کا توں نہیں رہ سکتا اور نہ ہی وہ صرف بڑھتا ہی رہے گا کیونکہ جہاں پورے ایک سال کی مدت گزرے گی سرمایہ دار کو اس سرمایہ کی مجموعی رقم میں اڑھائی فیصد یعنی ہر سو روپے میں اڑھائی روپے کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی اور اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرنا ہوگا۔

اگر خرچ نہیں کیا تو فرمان باری ملاحظہ فرمائیں ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا ينفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم﴾ جو لوگ سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ زکوٰۃ کا یہ حکم ایسا اٹل ہے کہ اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے اور اس سے انکار کرے تو حاکم وقت اس سے جہاد کرنے کا مجاز ہے۔

دوسری بات جو اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ یہ سرمایہ اسی وقت اکٹھا رہے گا جب تک اس کا حاصل کرنے والا زندہ رہے گا۔ اس کے مرتے ہی اس کا سارا سرمایہ اس کے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر یہ اصول نہ بنایا جاتا تو باپ کے بعد اس کا بڑا بیٹا اور پھر اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا (جیسا کہ جاگیردارانہ نظام کا عام دستور ہے) اس سرمایہ کا مالک اور مجاز ہوتا اور اسلام میں جاگیردارانہ نظام رواج پا جاتا جو اسلامی نظام معاش کی روح کے بالکل منافی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان سنئے ﴿کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم﴾ تاکہ دولت تم میں سے دولت مندوں کے درمیان محصور ہو کر نہ رہ جائے۔

مختصر یہ کہ چونکہ اسلامی نظام اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے اس لئے اس میں انفرادی اور اجتماعی آزادی ہے اور یہ آزادی نہ صرف اس کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لئے ہے بلکہ اس کے شہری، سیاسی اور معاشی حقوق کو بھی حاصل ہے مگر ﴿سواء السبیل﴾ (راہ اعتدال) سے ایک انچ بھی ہٹ کر نہیں۔ اسی لئے یہ آسان، سہل الحصول، قابل قبول، آفاقی، ہمہ گیر، عالمگیر، پائیدار اور ٹھوس ہے اور رہے گا۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے ایک اللہ کا تصور اور سرکارِ دو عالم ﷺ کو ہادی عالم اور رحمت عالم ماننا ہوگا اور امور معاصرہ اور جزا پر یقین کامل رکھنا ہوگا۔

اسلامی نظام حیات پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد اب مناسب یہ ہے کہ اشتہائی اصولوں پر ترتیب دیئے ہوئے نظام حیات کا سرسری جائزہ لیا جائے تاکہ عام طور سے ہمارے نوجوانوں میں جو بے راہ روی آتی جا رہی ہے اس کا سدباب ہو سکے۔ بالفرض محال اگر پورا سدباب نہ بھی ہو سکے تو کم سے کم اتنا تو ضرور ہو کہ اس ناچیز راقم کے ذمہ جو فرض ہے وہ تو ادا ہو جائے۔ اشتہائی نظام حیات کو پیش کرنے سے پہلے اس کی ترتیب و تدوین کے محرکات کا پیش کرنا غالباً نامناسب نہ ہوگا۔

صنعتی انقلاب ۱۷۶۳ء سے پہلے مغربی ممالک میں بادشاہ مطلق العنان اور بے فکر تو ہوتے ہی تھے عیش و آرام میں بھی اتنے ڈوبے رہتے تھے کہ انہیں اپنی رعایا کے دکھ درد کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ اپنا خزانہ ہمیشہ بھرا رکھنے کے لئے سامنتوں (زمین داروں اور رئیسوں) کو اپنا آلہ کار بننا رکھا تھا۔ جو رعایا سے قہر و جبر کر کے کافی رقم وصول کرتے مگر بادشاہ کو ایک مقرر رقم دے دیا کرتے تھے۔

مذہبی امور کے سلسلہ میں رعایا کو چرچ کے پادری کے پنجے میں چاروتا چار پھنسا پڑتا تھا اور یہ پادری طرح طرح کے حیلے اور بہانے کر کے کافی رقم اکٹھی کرتے اور امیرانہ ٹھاٹھ بانٹھ کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ ان پادریوں کی بھی دو قسمیں تھیں، ایک امیر اور ایک غریب۔ غریب پادری بھی امیر پادریوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اب دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ بادشاہ سلامت اور امیر پادری بڑی شان و شوکت اور عیش و آرام کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ لیکن تکلیف و مصیبت اور عسرت و تنگ

وہی صرف بے چارے تاجر، مزدور، عوام اور دوسرے درجہ کے پادریوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔

صنعتی انقلاب کے بعد جب خام اشیاء سے کافی زیادہ چیزیں تیار ہونے لگیں اور ان چیزوں کی منہ مانگی قیمتیں صنعت کاروں کے گھر جانے کے بدلے کارخانہ داروں اور مل کے مالکوں کے پاس جانے لگیں تو سرمایہ داری اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی اور مزدوروں اور عام عوام کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ سرمایہ دار غریبوں کو اپنے مکر و فریب اور ظلم و ستم کے نت نئے اوزاروں سے اس بری طرح کچلنے لگے کہ انسانیت کی روح کا پٹنہ لگی اور ستم بالائے ستم یہ کہ نہ ان کا کوئی فریاد رس تھا اور نہ ہی پشت پناہ۔ اس لئے ان کی زندگی واقعی اجڑن بنی ہوئی تھی۔

آخر امید کی کرن نمودار ہوئی اور مزدوروں میں عام بیداری کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ان (مزدوروں) کے بہ ظاہر سرپرست اور ہمدرد یکے بعد دیگرے نمودار ہونے لگے مثلاً سیمون (۱۷۶۰ء سے ۱۸۲۵ء) فوریر (۱۷۷۲ء سے ۱۸۳۷ء) رابرٹ اون (۱۷۷۱ء سے ۱۸۵۱ء) لوئی بلان (۱۸۱۳ء سے ۱۸۸۲ء) مگر کارل مارکس (۱۸۱۸ء سے ۱۸۸۳ء) کو جو عزت اور شہرت ملی وہ ان میں سے کسی کے حصہ میں نہ آ سکی۔

کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں رائن لینڈ، جرمنی کے شہر ٹرائر میں پیدا ہوا تھا۔ یہ یہودی تھا مگر اس کا خاندان اس کے بچپن میں پروٹسٹنٹ کا حلقہ بگوش ہو گیا تھا۔ اس نے بون اور برلن یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور اس کا خاص موضوع تاریخ، قانون اور فلسفہ تھا۔ وہ خصیوصیت کے ساتھ جرمنی کے مشہور فلسفی ہیگل (۱۷۷۰ء سے ۱۸۳۱ء) کے فلسفہ کی طرف متوجہ تھا۔ یہ ہیگل وہی ہے جس کی مملکت کسی اصول کی پابند نہیں ہوتی اور نہ کسی حیثیت سے جواب دہ ہوتی ہے۔ جس کی مثال جرمنی کی تباہ شدہ کلیت پسند مملکت ہے۔

مارکس کے نظریہ اور اس کی ذہنی اور عملی کاوشوں سے اثر پذیر ہونے والوں نے پہلے اسے پیغمبری کا منصب دیا لیکن بعد میں اس کو (نمود باللہ) خدائی کے درجہ پر پہنچایا اور لینن کو پیغمبری کا منصب عطا کیا۔ مارکس کے دوستوں میں انجیلر (۱۸۲۰ء سے ۱۸۹۵ء) کا مقام بھی کم اہم نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مارکس اور انجیلر کی ملی جلی کوششوں سے جب اشتہامی منشور فروری ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا تو دھوم مچ گئی۔ اس کی



مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلی آدھی صدی میں اس کے لاکھوں مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن اس دھوم مچنے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اس میں اسلام کا نام بھی نہیں آیا۔ یعنی خالق کائنات کے تصور سے بالکل آزادی تھی۔ ان کا نقطہ آغاز ”روٹی“ اور ”مادہ“ تھا۔ سیدھے سادے الفاظ میں اسے اس طرح کہیے کہ اسلام کا سنگ بنیاد خالق کائنات کا تصور اور اشتہامیت (کمیونزم) کی لہر ”روٹی“ اور ”مادہ“ ہے۔

اسلام عقائد و عبادات کا مجموعہ، زندگی کا ایک مربوط نظام عمل اور حکومت و معاشرت کا مکمل دستور ہے اور کمیونزم لادینیت کا مجموعہ، زندگی، حکومت اور معاشرت کا نامربوط ادھورا اور ناپائیدار دستور ہے۔

اسلام کسی کی محنت و مشقت سے کمائی ہوئی جائز اور حلال دولت کو اس سے اس لئے نہیں چھینتا کہ اس نے اتنی دولت کیوں جمع کر لی بلکہ اسے یہ بتلاتا ہے کہ چونکہ تم نے اپنی عقل، اپنے دماغ، اپنی سوجھ بوجھ اور اپنی محنت سے زمین کے سینہ کو چیر کر نکلنے والی چیزوں کو مفید اور کارآمد بنا کر جب پونجی اکٹھا کر کے خود کو باعث فخر اور لائق ستائش بنالیا ہے تو تم پر فرض ہے کہ تم اپنے کنبے، قبیلے اور اپنے معاشرہ کو بھی اسی طرح اپنی دماغی اور جسمانی محنتوں سے کام لینے کے لئے آمادہ کرو تا کہ تمہارا معاشرہ مثالی بن جائے اور اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ تم ان کی مالی اعانت کرو۔ ﴿ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسْكِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ﴾

اگر انسان نہ سوچے یہ اور بات ہے مگر ذرا سا بھی سوچنے پر ان باتوں کے علاوہ مزید یہ بات بھی آسانی سے ذہن میں آجائے گی کہ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فن کاروں اور صنعت کاروں کی اس لئے ہمت افزائی فرماتا ہے کہ وہ اس کی قدرت کے نمونوں کے صفحوں پر بیل بوٹے بنائیں اور اس متن پر خوب خوب حاشیے چڑھائیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ سطح نظر نہ ہوتا تو کس فن کار اور صنعت کار کو پڑی تھی کہ وہ اپنی دماغی اور جسمانی محنتوں کو کام میں لاتا جب کہ اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ لاکھ محنت کروں مگر اس کا ثمرہ مجھے نہیں ملے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ اس میں جدت طرازی آتی اور نہ ہی وہ اپنی فنکارانہ صلاحیتوں میں بے جگری سے اضافہ کرتا بلکہ مشین کی طرح بے سوچے سمجھے ایک کام میں لگا رہتا اور صرف کام کے اوقات کی مدت تک پہنچنے

کے لئے وہ اس طرح گھنٹوں اور منٹوں کو گنتا رہتا۔

مگر چونکہ کمیونزم کے دستور میں ”خدا“ نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اس لئے اس دستور کے بانیان مارکس، انجیل، لینن اور اسٹالن وغیرہ کی کتابوں میں اول تو سرمایہ داری اور شخصی دولت کا قلع قمع کرنے کے لئے احکام بنائے گئے اور فنکاروں اور صنعت کاروں کو ان کی محنت و مشقت کے ثمرہ سے ایک قلم محروم کر دینے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان کیلئے ایک محدود اور مقرر رقم مقرر کر دی گئی، یوں اولاد کو ان کے والدین کے ترکہ سے محروم کر دیا گیا۔

سرمایہ داری کو نیست و نابود کر دینے کے پردہ میں انسانیت کو پھل کر رکھ دینے اور اس کی آزادی کو ظلم و ستم کے لوہے کے مضبوط جبروں سے چھوڑ دینے کے لئے ساری طاقتوں کو کام میں لایا گیا۔ لیکن جب ان کے دستور کے خود قبضین بھی انسانیت سوز مظالم کو مٹانے کے لئے ایک پارٹی کی حیثیت سے جمع ہوئے تو دوحصوں میں بٹ گئے۔ ایک تو وہ ہوئے جو انقلاب اور خوں ریزی سے گھبراتے تھے ان کی تعداد کم تھی یہ ”مائٹویک“ کہلائے۔ دوسرے انقلاب خوں ریزی اور ظلم کو جائز سمجھتے تھے اور اسی کے دلدادہ تھے وہ ”بالٹویک“ ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان ”احکام“ میں ترمیم و تنسیخ کی گئی اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا یہاں تک کہ انسانیت صحیح معنوں میں بیدار ہو جائے گی اور وہ خود ہی کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر کے رکھ دے گی۔

میرے مضمون کے عنوان ”اسلام اور کمیونزم“ کا تقاضا نہیں ہے کہ اسلامی یا اشتہائی ممالک کی داخلی اور خارجی سیاست پر بھی روشنی ڈالوں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس باب میں میرے ہمنوا ہوں گے کہ میں اپنی زبان قلم کو اس حرف آخر کے بعد خاموش کر دوں کہ اشتہالیت (کمیونزم) کی بنیاد نری مادیت پر ہے۔ اس لئے اس سے انسان کی تشفی ناممکن ہے۔ اس ”مادیت“ کا نتیجہ سوائے لذتیت کے اور کچھ نہیں کیونکہ وہ فلسفہ جنوری ”مادیت“ پر مبنی ہوگا اور دنیا کو صرف ”زراعت“ کے ذرائع سمجھانے کی کوشش کرے گا۔ اس میں کسی مذہبی یا روحانی تصور کا سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔ ان کا ”خدا“ ان کی ”روٹی“ ہوگی اور ان کا ”انسان“ اپنی دنیا کا آپ ہی ”خالق“ اور ”ناظم“ ہوگا۔



ترک جریدے ”ٹوڈے زمان“ کی جانب سے اپنی نوعیت کی ایک انتہائی حیران کن اور دلچسپ خبر میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ترک حکام کے پاس ڈیڑھ ہزار سال قدیم بائبل کا وہ نسخہ محفوظ ہے جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں آمد اور دین اسلام کے ظہور کی پیش گوئی موجود ہے۔ واضح رہے کہ آثار قدیمہ لسانیات و تحریر اور علم الآثار کے ایکسپٹ حضرات نے اس نسخے کے اصلی ہونے کی تصدیق کی ہے اور اپنی رپورٹوں اور تجزیوں میں تسلیم کیا ہے کہ یہ نسخہ نہ صرف قدیم ہے بلکہ اسے قدیم آرامی زبان میں تحریر کیا گیا ہے جو برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ ﷺ کی آبائی زبان تھی۔ ترک ماہرین کے ساتھ ساتھ عالمی ماہرین نے بھی اس حوالے سے تسلیم کیا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس قدیم اس نسخے کو جسے مسلمانان عالم انجیل مقدس کے نام سے موسوم کرتے ہیں تحریر کرنے میں سونے کے پانی کا استعمال کیا گیا ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ نے بتایا ہے کہ انجیل کے اس نسخے کا لکھاری حضرت عیسیٰ ﷺ کا ایک ہرکار ”جون“ ہے جس کو آرامی زبان میں ”یوحنا“ کہا جاتا ہے۔

اس عظیم نسخے اور اس میں درج پیغمبر اسلام کی آمد کے انکشاف کی اطلاعات پر عیسائی مذہب کے مرکز کلیسائے روم ویٹی کن میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ ترک جریدے ”حریت ڈیلی“ کی جانب سے پیش کی جانے والی رپورٹ کے مطابق انجیل مقدس کا یہ نسخہ اس وقت دارالحکومت استنبول کے انحصوگرانی میوزیم میں بحفاظت موجود ہے اور دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس قدیم ترین انجیل مقدس کی دریافت کو مسلمان ماہرین معجزہ قرار دے رہے ہیں۔

عیسائیوں کی قدیم کتاب انجیل کے ابتدائی نسخوں میں بھی پیغمبر اسلام کی آمد کی خوشخبری دی جا چکی ہے جس کو بعد ازاں کلیسائی پادریوں کی جانب سے حذف کر دیا گیا تھا تاکہ عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جاسکے۔ بعد ازاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور عیسائیت میں دوری کے سبب لوگوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ انجیل مقدس میں پیغمبر اسلام کی دنیا میں آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ لیکن آج اصل انجیل مقدس کے نسخے سامنے آنے کے بعد مسلمانان عالم میں جوش و خروش پایا جاتا ہے اور وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس قدیم نسخے میں کیا کچھ تحریر ہے۔

ترکی میں موجود اس نادر و نایاب بائبل نسخے میں درج کلام الہی کے بارے میں برطانوی جریدے ”ڈیلی میل“ کا کہنا ہے کہ اس نسخے میں واضح انداز میں اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر اسلام کی آمد کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

اسی نسخے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ انہوں نے ”مسیحا“ ہونے کی تردید کی اور کہا ”مسیحا“ اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے ہوگا جس کے بارے میں قدیم عیسائیوں کا یقین تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل عرب ہے یعنی وہ مسیح عرب میں ظہور پذیر ہوگا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ آرامی زبان میں سونے کے پانی سے لکھا انجیل مقدس کا یہ نسخہ 52 صفحات مشتمل ہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے نچوڑ کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی آمد کی خوشخبری کی بابت بھی لکھا گیا ہے۔

ترکی جریدے ”ٹوڈے زمان“ کی جانب سے پیش کی جانے والی اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس قدیم اس تاریخی مخطوطے کے بارے میں جب کلیسائے روم ویٹی کن کے پاپائے اعظم پوپ بینی ڈکٹ سمیت ان کی کابینہ کو علم ہوا کہ بائبل کے اس قدیم نسخے میں پیغمبر اسلام کے اس دنیا میں ظہور کی پیش گوئی بھی موجود ہے جو اس وقت دنیا میں عام اور رائج انجیل کے نسخوں میں حیرت انگیز طور پر موجود نہیں ہے تو کلیسائے روم کے پیشوا پوپ بینی ڈکٹ نے اس تاریخی اور قدیم ترین کتاب تک رسائی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

اس خواہش کی تفصیلات کے حوالے سے ترک جریدے ”یون“ کا کہنا ہے کہ کلیسائے روم کے روحانی پیشوا پوپ بینی ڈکٹ اور ان کے قریبی ساتھیوں نے ترک قاب گھر اور وزارت آثار قدیمہ سے اپیل کی ہے کہ انہیں اور ان کے وفد کو اس ڈیڑھ ہزار سالہ قدیم انجیل مقدس کے نسخے تک رسائی دی جائے اور اس کا تجزیہ کرنے دیا جائے تاکہ اس کے اندر موجود احکامات و تعلیمات مسیح کی جانچ کی جاسکے۔

دوسری جانب ترک جریدے ”ٹوڈے زمان“ سے بات چیت کرتے ہوئے پروٹسٹنٹ فرقے کے عیسائی پادری احسان اوز بیک کا دعویٰ ہے کہ انجیل کا یہ نسخہ جس میں پیغمبر اسلام کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے کی صحت کے بارے میں جانچ کرنا باقی ہے، لیکن انہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ کتاب بھی برٹانیا کے کسی حواری یا اس کی تعلیمات سے متاثر کسی فرد نے تحریر کی ہے۔

پروٹسٹنٹ عیسائی پادری احسان اوز بیک کے بعد ترک جریدے سے بات چیت میں ترک پروفیسر اور علم العقائد والہیات کے ماہر عمر فاروق حرمین کا کہنا ہے کہ بائبل کے اس نسخے میں درج پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کی تصدیق آسانی سے ہو جائے گی۔ اگر اس کی عمر ایک ہزار پانچ سو سال ثابت ہو جائے کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے قبل لکھی جانے والی اس کتاب کے مندرجات عین وہی ہیں جو قرآن کریم میں درج ہیں۔

ترک جریدے ”حریت ڈیلی“ کی جانب سے پیش کی جانے والی اہم رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کھال پر سونے کے پانی سے تحریر کئے گئے اس مخطوطے کو آرامی زبان کے سریانی رسم الخط میں اب بھی آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے، لیکن اس زبان کو پوری دنیا میں صرف چند افراد ہی پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ اس قدیم ترین زبان کو پڑھنے پر قدرت رکھنے والا ایک معروف لیکن عمر رسیدہ شخص شامی دارالحکومت دمشق کے نواح میں واقع ایک گاؤں میں رہتا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ترک حکام اور کلیسائے روم کے اعلیٰ محققین و مذہبی پیشوا آرامی زبان جاننے والے قدیم شامی باشندے کو اس ڈیڑھ ہزار برس قدیم انجیل کا تجزیہ کرنے اور اس کو پڑھنے کے لئے کب بلوائیں گے؟

واضح رہے کہ اس وقت بھی ہزاروں برس قدیم سریانی زبان کے چند جانے والے ماہرین شامی دارالحکومت دمشق میں رہائش پذیر ہیں۔

ترک جریدے ”بوغون“ کی جانب سے پیش کی جانے والی اس حوالے سے ابتدائی رپورٹ کی اشاعت کے بعد دیگر ترک اخبارات و جرائد نے بھی اس قدیم انجیل مقدس کے بارے میں تفصیلات شائع کی ہیں جن کے مطابق اس عظیم نسخے کو آج سے بارہ سال قبل 2000ء میں ترک پولیس کی جانب سے سرحدی علاقے میں اسمگلروں کے خلاف کی جانے والی ایک کارروائی میں برآمد کیا گیا تھا۔

اس عظیم نسخے کے بارے میں اس وقت کے ترک پولیس حکام کی لاطمی کے سبب دارالحکومت کے جسٹس ہال میں رکھا گیا تھا جہاں سے دو سال قبل اس انجیل مقدس کو استنبول کے استھنوغرافی میوزیم میں بھیج دیا گیا تھا جہاں ایک ماہر مخطوطات نے اس کو پہچان لیا کہ ہونہ ہو یہی نسخہ ایک تاریخی واقعے اور کلام الہی سے مزین ہے جس میں تمام عیسائیوں کو بتایا گیا تھا کہ اللہ کا ایک فرستادہ اور آخری پیغمبر عرب میں ظہور پذیر ہونے والا ہے۔

ترک جریدے ”حریت ڈیلی“ نے تصدیق کی ہے کہ کلیسائے روم کے روحانی پیشواؤں کی جانب سے ترک حکام کو انجیل مقدس کے اس عظیم نسخہ کی بابت ایک باقاعدہ تحریری درخواست دے دی گئی ہے تاکہ کلیسائے روم کے نامزد افراد اور ماہرین اس نسخے کا تجزیہ کریں۔ ادھر دوسری جانب لندن سے شائع ہونے والے جریدے ”ڈیلی میل“ نے اپنی الگ رپورٹ میں شہ سرخیوں میں بتایا ہے کہ ترکی میں جو ڈیڑھ ہزار برس قدیم بائبل کا نسخہ دریافت ہوا ہے اس کی شہرت کا اصل سبب اس میں سونے کے سنہری الفاظ سے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کا رقم ہونا ہے۔

”ڈیلی میل“ کی اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ وینی کن اس دریافت کے اعلان کے بعد سے اس تک رسائی کے لئے انتہائی پُر جوش اور بے چین ہے۔ برطانوی جریدے کا کہنا ہے کہ ترکی میں موجود اس بائبل کے حوالے سے ماہرین سمجھتے ہیں کہ یہ ”برناباس کی انجیل مقدس“ کا ایک پرتو ہے جس میں ایک اہم عنصر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اپنے پیروکاروں کو یہ بتانا ظاہر کیا جاتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے

انجیل مقدس میں انہیں وعید دی تھی کہ اے عیسیٰ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو بتادیا جائے کہ عرب میں پیغمبر اسلام کے طور پر احمد (حضرت محمد ﷺ) کا ظہور ہوگا۔

لیکن یہاں یہ امر یاد رکھا جائے کہ برناباس کی انجیل مقدس کا نسخہ اطالوی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس میں عربی زبان میں حاشیے بھی دیئے گئے ہیں جس کو دیکھتے ہوئے بیشتر عیسائی مورخین کا استدلال ہے کہ برناباس کی انجیل مقدس جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے کسی مسلمان کی اختراع ہے لیکن اس کی صحت کے بارے میں اعتراض کرتے ہوئے کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی گئی ہے۔ ترک دارالحکومت استنبول میں موجود ترک وزیر ثقافت Ertugrul Gunay کا کہنا ہے کہ ان کو یقین ہے کہ منکشف ہونے والی انجیل مقدس کا نسخہ ایک موثق و قابل اعتبار کتاب ہے جس کو جانور کی کھال پر مہارت سے سونے کے پانی سے لکھا گیا ہے۔

برطانوی جریدے ”ڈیلی میل“ کا ماننا ہے کہ اس مخطوطہ کو اگر اسمگل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی جاتی تو اسمگلروں کی جانب سے اس حالت میں یہ نسخہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ پاؤنڈ کی خطرہ قیمت پاسکتا تھا۔ ترک جریدے ”ڈیلی اسٹار“ نے انکشاف کیا ہے کہ اس انتہائی قیمتی نسخے کی حفاظت کے لئے سیکورٹی کا خاص بندوبست کیا گیا ہے۔



بائبل کا قدیم و نایاب نسخہ جس میں نبی کریم ﷺ کی آمد کا تذکرہ موجود ہے

برطانیہ، جرمنی اور فرانس میں قبول اسلام کی لہر

عرب خبر رساں ادارے ”الجزیرہ“ کے مطابق برطانیہ میں گزشتہ نو برس کے دوران تیس ہزار برطانوی شہریوں نے اسلام قبول کیا ہے جب کہ اس کے علاوہ صرف گزشتہ برس 5 ہزار 2 سوا افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان افراد میں نصف سے زیادہ تعداد یعنی 62 فیصد خواتین ہیں۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ حیران کن بات ہے کہ جس زمانے میں اسلام کے متعلق معاشرے میں منفی سوچ عام نہیں تھی اور اسلام کو فقط ایک آسمانی مذہب تصور کیا جاتا رہا اس زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اتنا اضافہ کبھی نوٹ نہیں کیا گیا۔ اچھے کی بات یہ ہے کہ حالیہ چند برسوں میں اسلام کو ہر فورم پر شدید مخالفت اور تنقید کا سامنا ہے۔ اسلام مخالف لٹریچر اور منفی مواد بڑی کثرت سے عام ہو رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف کسی بھی پروگرام میں اسلام اور مسلمانوں کا نام لینا معمول بن چکا ہے۔ اسلام فوبیا اس وقت ایک پاپولر لفظ کی صورت اختیار کر چکا ہے لیکن مغربی معاشرے میں انتہائی سرعت کے ساتھ اسلام کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق برطانوی شہریوں کی جانب سے مسلمانوں کو جس سخت تنقید کا سامنا ہے کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں کو اس صورت حال کا سامنا نہیں ہے۔ پانچ برسوں کے دوران شائع ہونے والے لٹریچر کا 32 فیصد حصہ اسلام مخالف مواد پر مشتمل رہا ہے۔ موجودہ اعداد و شمار کے مطابق ہر برس پانچ ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں جب کہ یہ صورت حال صرف برطانیہ میں نہیں بلکہ رپورٹ کے مطابق جرمنی اور فرانس میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی سالانہ تعداد چار ہزار سامنے آئی ہے۔

برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز کے مطابق جب سے جرمنی میں حجاب کے حوالے سے مباحثہ زور پکڑا ہے

اس وقت سے اس میں کافی تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ اسلام قبول کرنے والے زیادہ تر افراد کا تعلق عیسائی مذہب سے ہے جس کا سبب اسلام میں عیسائیت کے لیے پایا جانے والا رویہ ہے۔ جب کہ عجیب بات یہ ہے کہ اتوار کے روز کلیساؤں میں عبادت کے لئے آنے والے نمازیوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد تین گنا زیادہ ہوتی ہے جن سے اکثر کی عمریں تیس سال سے کم ہوتی ہیں۔ جائزے کے مطابق اسلام قبول کرنے والی لڑکیوں میں زیادہ تر تعداد کالج و یونیورسٹیوں کی طالبات کی ہے۔

ایک خاتون وکیل کا کہنا ہے کہ وہ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئی جہاں اسلام کے حوالے سے کوئی ذکر سننے میں نہیں آیا بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس نے کبھی مسلمان کو نہیں دیکھا تھا۔ جس وقت وہ یونیورسٹی میں پڑھ رہی تھی وہ مسلمان طلبہ کو دیکھ کر ان کی زندگی میں ایک قسم کا چین و سکون محسوس کرتی تھی جب کہ اسے ہر وقت عجیب طرح کی پریشانی، دکھ اور انجانا سا خوف محسوس ہوتا تھا۔ کافی عرصے کی تلاش و جستجو کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ میں جس چیز کی متلاشی ہوں وہ اسلام میں ہے ورنہ دنیا کی ہر سہولت میرے پاس موجود ہے پھر بھی جانے کیوں زندگی انتہائی پھینکی اور بے مزہ ہے۔ اس کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آج سات سال گزرنے کے بعد انتہائی خوش و خرم زندگی گزار رہی ہوں۔

فرانس سے تعلق رکھنے والی ایک طالبہ کا کہنا تھا کہ اس نے ہسپانیہ کی مسلم تاریخ پڑھ کر اسلام قبول کیا ہے اور ابھی وہ عربی سیکھ کر قرآن کی تفسیر پڑھ رہی ہے۔ فلسطین پر اسرائیل کے حملے کے دوران وہ ایک رفاہی تنظیم کے ساتھ غزہ بھی گئی تھی جہاں چند دن گزار کر وہ مزید متاثر ہو گئی۔ وہ سیرت کا بہت زیادہ مطالعہ کرتی ہے جو اس کے لئے انتہائی خوش کن اور باعث مسرت امر ہے۔

الجزیرہ کے مطابق سروے سے یہ بات آشکار ہو گئی کہ اکثر مرد و خواتین کے اسلام قبول کرنے کا سبب اسلام کا ازدواجی نظام، معاشرتی حسن سلوک، پڑوسی کے ساتھ معاملہ رشتہ داری کی پاسداری اور قرابت داری کا لحاظ تھا۔ مغربی نظام میں جہاں زندگی کے ہر موڑ کو مشکلات کا سامنا ہے، بد اعتمادی کی فضا قائم ہے بے وفائی اور خود غرضی عام ہے وہاں اسلامی اصولوں کے سائے میں انتہائی سکون اور اطمینان پایا جاتا ہے۔



- 1 جمادی الاولیٰ کے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی، مفتی منظور احمد فیضی (بہاولپور)، حضرت ابو القاسم بغدادی، حضرت عبدالرحمن شاہ بابا (بہمنی)
- 2 جمادی الاولیٰ کے طیب اعلیٰ حضرت مولانا عبدعلی کوثر، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی
- 3 جمادی الاولیٰ کے مولانا تجل حسین چشتی، مولانا فاروق احمد جوہوری
- 4 جمادی الاولیٰ کے حضرت امام بری (راولپنڈی)
- 5 جمادی الاولیٰ کے سید شہاب الدین نقوی، حضرت شاہ تراب الحق قلندر، حافظ محمد جمال (ملتان)
- 6 جمادی الاولیٰ کے حضرت جمن شاہ بخاری شہید
- 7 جمادی الاولیٰ کے حضرت شیخ عبید اللہ، حضرت شاہ حسین
- 8 جمادی الاولیٰ کے حضرت شاہ میراں میاں کاکوروی، حضرت یعقوب حسن ضیاء القادری بدایونی، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی
- 9 جمادی الاولیٰ کے حضرت پیر عبدالرحمن بھرچوٹوی، حضرت شاہ عبداللطیف (مٹھن کوٹ)
- 10 جمادی الاولیٰ کے حضرت شیخ نجم الدین اولیاء، امام ابو بکر عبداللہ رحمہ اللہ، مفتی اسماعیل بن ابراہیم
- 11 جمادی الاولیٰ کے شیخ عبدالحق، ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری
- 12 جمادی الاولیٰ کے حضرت مولانا احمد علی پیل بھٹی قادری چشتی، حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی
- 13 جمادی الاولیٰ کے حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی، حضرت مولانا نور بخش توکلی، حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری

- 14 جمادی الاولیٰ کے حضرت پیر سید ابوالحسن میاں غلام محمد نظامی
- 15 جمادی الاولیٰ کے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ
- 16 جمادی الاولیٰ کے حضرت شیخ شجاع کرمانی (کشمیر)، سید محمد علی شاہ بخاری، حضرت نئی سرور سلطان
- 17 جمادی الاولیٰ کے حضرت شاہ بدیع الدین، حضرت مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی
- 18 جمادی الاولیٰ کے حضرت پیر محمد طاہر اشرف جیلانی، حضرت غلام رسول قادری
- 19 جمادی الاولیٰ کے حضرت سید عبدالقادر چشتی
- 20 جمادی الاولیٰ کے حضرت مولانا رضا علی خان
- 21 جمادی الاولیٰ کے حضرت سید ہاشم میاں، حضرت عبدالرحمن محبوب اللہ قادری رفاعی، حضرت شاہ احمد بریلوی
- 22 جمادی الاولیٰ کے حضرت سلطان محمود غزنوی، حضرت امیر الدین گجراتی
- 23 جمادی الاولیٰ کے حضرت عبداللہ شطاری (آگرہ)، حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی
- 24 جمادی الاولیٰ کے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رحمہ اللہ، حضرت مولانا غلام جیلانی رامپوری
- 25 جمادی الاولیٰ کے حضرت شاہ علم الدین علمی
- 26 جمادی الاولیٰ کے حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھم بلخی
- 27 جمادی الاولیٰ کے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی
- 28 جمادی الاولیٰ کے سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رحمہ اللہ
- 29 جمادی الاولیٰ کے حضرت محمد جمیل میاں سلطانی
- 30 جمادی الاولیٰ کے حضرت مولانا نور احمد بدایونی

﴿رحمة الله عليهم اجمعين﴾





﴿موجودہ تبصرہ مروّج "تبصرہ کتب" سے قدرے جدا ہے کیونکہ اس کتابی سلسلہ کی پیش بہا اہمیت و افادیت جامع تبصرہ کی متقاضی تھی لہذا جامع تبصرہ حاضر خدمت ہے۔﴾

نام کتاب: حقیقۃ منہج النبوة (جلد اول)

ترتیب و کاوش: شاہین ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد امین قادری

سن اشاعت: 2005ء/ 1426ھ صفحات: 686 نائیکل: دیدہ زیب

کاغذ: سفید کمپوزنگ: معیاری قیمت: 250

ناشر: ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111 عالمگیر روڈ کراچی۔

﴿بقیہ حصہ: شمارہ مارچ﴾

معروف دیوبندی ابوالحسن علی ندوی المعروف علی میاں کے والد عبدالحی کھنوی (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی کتاب "نزہۃ الخواطر" میں پاک و ہند کے علماء و مشائخ کے تذکرے میں ایک طرف تو دجال قادیان مرزا غلام قادیانی اور اس کے نفس ناطقہ حکیم نور الدین بھیروی کا تذکرہ تو موجود ہے لیکن دوسری طرف تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ اس میں تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری اور ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ ایسے اساطین علم و عمل کا ذکر تک تذکرہ نہیں۔ قارئین محترم! اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ بیان کرنے میں کس قدر انصاف پسندی کا

مظاہرہ کیا گیا ہے۔ استاذ العلماء مولانا قاضی عبداللہی کو کتب نے صاحب نزہۃ الخواطر کی اسی روش پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اپنے چھوٹے چھوٹے علماء کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور ہمارے بڑے بڑے علماء کو اس طرح نظر انداز کیا ہے کہ ان کا نام تک نہیں لیا۔ اگر کہیں تذکرہ کیا بھی ہے تو طنز اور چوٹ کے بغیر نہیں۔" دین محمد وفائی، عبد الوہاب چاچڑ دیوبندی اور غلام مصطفیٰ قاسمی دیوبندی بھی اسی طرز کی تاریخ بیان کرتے رہے۔

زندہ قومیں اپنے محسنوں کو صدایا در کھتی ہیں اور ان کی کربوں سے روشنی حاصل کرتی ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہمارے اکابر نے جس انداز میں نور نبوت کو عام کیا، اس کی کرنیں ہماری طرف پہچانے کا اہتمام مولانا مفتی محمد امین قادری اور ان کے متعلقین نے کیا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حضرت الامیر استاذ العلماء والفضلاء شیخ الحدیث والتفسیر مولانا حافظ خادم حسین رضوی دامت برکاتہم کے پاس مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے، ایک دن حضرت استاذ گرامی قدر کے پاس شاہین ختم نبوت ابو علقمہ مفتی محمد امین قادری (پ: 1972ء، م: 2005ء) تشریف لائے اور عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے اکابر اہلسنت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کے لیے طویل مشاورت کی۔

اس ملاقات میں مفتی امین صاحب نے اپنا در دل جس انداز سے بیان کیا اگر اسے علامہ محمد اقبال کے الفاظ کا جامہ پہنایا جائے تو کچھ یوں ہوگا۔

۔ مگر وہ علم کے موقی کتابیں اپنے آباء کی

جو دیکھیں جا کے یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

مولانا نے بتایا کہ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لیے انہیں برسوں بے شمار کتابوں، رسائل و اخبارات کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ پورے ملک کے کتب خانوں کا سفر کیا، درود کی خاک چھائی، علماء ادباء، دانشوروں سے رابطہ کیا، اکابر کے خلف، تلامذہ، متعلقین کو اس عظیم منصوبے کی اہمیت و افادیت

سے آگاہ کر کے علمی تعاون کا تقاضا کیا لیکن اکثر پر وایتی جمود ہی طاری رہا۔

خوش قسمتی سے اگر متعلقہ کتاب رسالہ مل جاتا تو اگلا مرحلہ صاحب تصنیف کے حالات زندگی کا تھا۔ جن اکابر کے حالات زندگی نہ ملے تو ان کے نسبی و روحانی جانشینوں سے رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ بعض کو اپنے باپ دادا کی سوانح کا ادراک ہے نہ احساس۔

عمر کے اُس ناپختہ اور غیر شعوری دور میں سنے جانے والے ان جملوں کو اس وقت تو روایتی لفاظی ہی سمجھا لیکن چند سال بعد جب عقیدہ ختم النبوة کے عنوان سے چھ جلدوں پر مشتمل اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو دل سے ڈھیروں دعائیں نکلیں اور احساس ہوا کہ حقیقتاً وہ جملے لفاظی نہیں صداقت پر مبنی تھے۔

ناور و نایاب کتب و رسائل کی جمع و تدوین کا یہ ایسا عظیم اور منفرد کام ہے جو مولانا مفتی محمد امین قادری ؒ کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ اس سے آپ کی اور آپ کے معاون حضرات کی محنت شاقہ، جستجو، ذوق و شوق اور تلاش کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہوگا، کتب خانوں میں شب بیداری کی ہوگی، شخصیات کی خانہ تلاشی کی ہوگی۔

الخصر اس تاریخی علمی کام کی حقیقی اہمیت کا اندازہ تو اسی کو ہوگا جس کا اس نوعیت کے کام سے سابقہ پڑا ہو۔ خصوصاً اگر کتابیں صدی، سو صدی قبل کی ہوں تو مواد تک رسائی ہی جان جو کھوں کا کام ہے پھر اس مواد پر موسیقی اثرات مستزاد ہیں نیز قدیم اردو کا رسم الخط بھی موجودہ اردو سے قدرے مختلف اور مشکل تھا۔ اس کو پڑھنا اور سمجھنا ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے مرتب کیے گئے اس مجموعہ میں مفسر قرآن، محدث جلیل، عالم باعمل، صوفی باصفا، مرد میدان، شعلہ بیاں مقرر، مدرس یگانہ، محقق، مناظر، منتظم و مہتمم اور رقیق القلب شاعر ایسی صفات سے متصف حضرات کی قلمی نگارشات شامل ہیں۔

الحمد للہ علماء اہلسنت، انبیاء کرام علیہم السلام کے حقیقی وارث، علوم کا گنجینہ، فیض کا خزیلہ اور امت محمدیہ کے پیشوا اور رہنما ہیں۔ یہ بور یہ نشین علماء اہلسنت اسلام کی شان تھے۔ انہوں نے دین مبین کی خدمت اپنا فرض

منصبی سمجھ کر ادا کی۔ توکل و التہمت ان کا خاصا تھا۔ اپنے خون و پسینہ سے انہوں نے دین حق کی شمع کو فروز کیا۔ علماء اہلسنت دین مبین کے سچے حامی، شریعت محمدیہ کے صحیح ناشر اور اسلام کے پُر جوش داعی تھے۔ مخلوق کو شیطان اور اس کی ناپاک ذریت سے محفوظ رکھنا ان کا مشن تھا اور اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے انہوں نے اپنے تن، من، دھن کو بخوشی قربان کر دیا۔

تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے ضمن میں شائع شدہ قدیم و نایاب کتب و رسائل کو مفتی محمد امین قادری ؒ نے ”عقیدہ ختم نبوت“ کے نام سے یکجا کر دیا ہے اور اسی ایک عنوان سے اس سلسلے کی اب تک تقریباً بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں اکابر علماء و مشائخ کی نگارشات کو سن اشاعت کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ پہلی جلد میں حضرت مفتی صاحب ؒ کا تحریر کردہ ابتدائیہ درج ہے جس میں اس عظیم الشان منصوبے کا پس منظر اور چیدہ چیدہ معاون شخصیات و اداروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

تقاریظ کے ضمن میں محسن اہلسنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ؒ اور قائد اہلسنت کے دیرینہ رفیق، استاذ العلماء مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی دامت برکاتہم نے تاریخ کو سودیا ہے۔ استاذ العلماء مولانا مفتی شاہ حسین گردیزی صاحب کی تقریظ بعنوان ”سب سے پہلا فتویٰ تکفیر“ تو نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

تقاریظ کے بعد جامع مانع مقدمہ بھی شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین قادری ؒ کا تحریر کردہ ہے۔ یہ مقدمہ اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں عقیدہ ختم نبوت کو قرآن و سنت سے واضح کیا گیا اور منکرین ختم نبوت کا انجام بیان کیا گیا ہے نیز فتنہ قادیانیت کا پس منظر، دجال قادیان کے عقائد باطلہ، اکابر اہلسنت کی خدمات، نجدی قادیانی اور دیوبندی قادیانی گٹھ جوڑ اور فتنہ قادیانیت کے خلاف آئینی و قانونی جنگ کو پوری شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿جاری ہے﴾



بزم اطفال

مجمع خلیل
پربکاتی

☆ قرآن مجید کیا ہے؟

● قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو اُس نے اپنے سب سے افضل رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا۔ اس میں جو کچھ بھی لکھا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

☆ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے؟

● خود قرآن کریم اعلان کر رہا ہے کہ ”اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے سب سے خاص بندے (محمد ﷺ) پر اتاری کوئی شک ہو تو اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورت کہہ لاؤ۔“ لہذا کافروں نے اس کے مقابلے میں جی توڑ کوششیں کیں مگر اس کے مثل سورت تو کیا ایک آیت نہ بنا سکے اور نہ بنا سکیں گے۔

☆ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے کیا خاص بات رکھی ہے؟

● اگلی کتابیں صرف انبیاء ہی کو یاد ہوتیں تھیں لیکن یہ قرآن عظیم کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اسے یاد کر لیتا ہے۔

☆ قرآن عظیم کتنے عرصے میں نازل ہوا؟

● تیس سال کی مدت میں پورا قرآن مجید نازل ہوا۔ قرآن کریم کی سورتیں اور آیات ضرورت کے مطابق کبھی ایک ایک دو دو اور کبھی زائد اترتی تھیں۔

☆ قرآن مجید پڑھنے میں کتنا ثواب ملتا ہے؟

● حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا اس کو ایک نیکی ملے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا اور میم تیسرا۔

☆ جو شخص قرآن عظیم پڑھنا چاہے وہ کیسا ہے؟

● حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے سینہ میں کچھ قرآن نہیں ہے وہ ویران مکاں کی طرح ہے۔

☆ قرآن شریف پڑھنے کے آداب کیا ہے؟

● سنت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت پاک جگہ میں ہو اور مسجد میں زیادہ بہتر ہے۔ تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ قبلہ رو (یعنی قبلہ کی طرف منہ کر کے) بیٹھے اور نہایت عاجزی اور انکساری سے سر جھکا کر اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ پڑھنے سے پہلے منہ کو خوب صاف کر لے کہ بدبو باقی نہ رہے۔ قرآن شریف کو اونچے نچکے یا رعل پر رکھے اور تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ لے۔ بلا وضو قرآن کو ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ سننے والے کو چاہیے خاموش رہ کر اور دل لگا کر سننے۔

☆ قرآن کریم پڑھنے کے قابل نہ رہے تو کیا کرنا چاہیے؟

● قرآن کریم جب پرانا بوسیدہ ہو جائے اور اس کے ورق ادھر ادھر ہو جانے کا خوف ہو تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے کہ وہاں کسی کا قبر نہ پڑے اور دفن کرنے میں بھی لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے۔

☆ کیا صحیح قرآن شریف آج کل ملتا ہے؟

● جی ہاں قرآن شریف ہر جگہ صحیح ہی ملتا ہے۔ اس میں ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہے۔

☆ قرآن شریف کس لیے آیا؟

● اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صحیح رہنمائی کے لیے قرآن عظیم اتارا تاکہ بندے اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کو جانیں اور اُن کے احکام کو پیچھنائیں ان کی مرضی کے موافق کام کریں۔ ان کاموں سے انہیں جو خدا اور رسول ﷺ کو پسند نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں اتاریں؟

● جو یہ کہے کہ قرآن شریعت ہے (۱۰) اسے افسوس کی کمی ہے کہ اس نے ہم کو دینا چاہا یا یہ کہ اس نے قطعاً کافر اور منافق نہ

اسلام سے ظاہر ہے۔

☆ صحیفہ کے کچے ہیں؟

● مخلوق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی چھوٹی چھوٹی کتابیں یازرق جو قرآن شریف ہے پہلے اتارے گئے انہیں صحیفہ کہتے ہیں۔ ان صحیفوں میں اچھی اور بُھی مضید نصیحتیں اور کارنامہ باتیں ہوتی تھیں۔

☆ کل کتنے صحیفے ہیں اور کس کس پر اتارے گئے؟

● صحیح تعداد اوقات اللہ و رسول ﷺ ہی کو معلوم ہے۔ ہمیں تو یہ پتہ چلا ہے کہ کچھ صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اتارے گئے، کچھ آپ کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام پر، کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، کچھ حضرت

اور میں علیہ السلام سب اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اتارے گئے۔

☆ کیا قرآن شریف جیسی کوئی اور کتاب پائی جاسکتی ہے؟

● ہرگز نہیں! قرآن شریف ہے مثلاً، جو بے مثال کتاب ہے جو بے مثال نبی، حضور ﷺ پر نازل فرمائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک ہی سورت پیش کر دو۔

لیکن دنیا جانتی ہے کہ ان کی صفحیں پکڑا گئیں اور کروہ ایسا کر سکتے تو اس ذلت کو کمیاں کو مار کر مارتے کہ انھیں اور ان کے معبودوں کو دوزخ کا ایندھن بنایا جا رہا تھا۔ جب اہل عرب اس جیسی اور کوئی صورت نہ

آیت بھی نہ اس کے تو دوسرا کون اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

☆ کیا ہندوؤں کے پاس کوئی خدا کی کتاب ہے؟

● نہیں، وید جسے وہ آسمانی کتاب کہتے ہیں پرانے زمانے کے شاعروں کی نظمیں کا مجموعہ ہے۔

اللہی ہرگز نہیں۔

● بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں جن کی صحیح تعداد اللہ جانے اور اللہ کا

رسول ﷺ البتہ ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ تو بہت حضرت مومنی الرحمۃ علیہم پر اتاری زبور حضرت داؤد الرحمۃ علیہ پر نازل کی، انجیل حضرت عیسیٰ الرحمۃ علیہ کو عطا ہوئی اور قرآن کریم جو سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل رسول محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطایت فرمائی گئی۔

☆ کیا قرآن کریم کے سوا باقی کتابیں آج کل صحیح موجود ہیں؟

● جی نہیں! آج روئے زمین پر قرآن کریم کے سوا صحیح تو رہیت! صحیح انجیل اور صحیح زبور کہیں نہیں پائی جاتی۔ عیسائی، یہودی اور اگلی امت کے شریعوں نے اپنی خواہش کے مطابق انھیں گھٹا بڑھا دیا تو وہ جھٹھی

اتری تھیں ویسی ان کے ہاتھوں میں باقی نہ رہیں۔

☆ موجودہ طور پر زبیر اجمیل کو کیسے ماننا چاہئے؟

● جب ان کتابوں کی کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ قرآن کریم کے مطابق ہے ہم اس کی تصدیق کریں گے مان لیں گے۔ اگر ہماری کتاب قرآن کریم کے خلاف ہے تو ہم یقیناً جانیں گے کہ یہ

ان شہریوں کی تحریف ہے کہ انہوں نے کچھ کا کچھ کر دیا۔

☆ اگر موافق مخالف ہوتا کچھ معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

● ایسی صورت میں ہمیں حکم ہے کہ ہم نہ اس کی تقدیر کرتے ہیں نہ اس کا رد کرتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ ہم اس کی تقدیر نہیں کرتے اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر حاکمان ہیں۔“

☆ کیا قرآن شریف میں کمی بیشی ہو سکتی ہے؟

● نہیں چو کہ یہ دین ہمیشہ باقی رہنے والا ہے لہذا قرآن شریف کی حفاظت اللہ عز و جل نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ اس لیے اس میں کسی حرف یا نقطہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ نہ کوئی اپنی خواہش سے اسے گھٹا بڑھا

سکتا ہے اگرچہ تمام درنیا سے بدلے پر جمع ہو جائے۔

☆ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کریم میں کمی بیشی جائز ہے وہ کون ہے؟

منشی خبریں

جنوری 2012 سے پہلے

فٹبالرینڈیا خیریت پاکستان کے ترجمان

صفحہ 80

الغائب

کی نئی ممبر شپ کا آغاز ہو گیا ہے

ممبر شپ حاصل کرنے کے لیے زیر سالانہ 1725 روپے

مختار احمد ایڈیٹر اور مولانا محمد رفیع صاحب مدیر

برائے منی کارڈ جامع مسجد رحمتہ للعالمین

مدینہ کا کوئی ملتان روڈ ہندو گریڈ بیڑی سٹاپ متصل شیل پیڈل پمپ، لاہور

0321-4370406

0315-4211436

ملک و ملت



